اِک اور جنم

ثبین

عبیر
2010

عورت، موم کی وہ گڑیا نہیں رہی جس کی توصیف میں مثنویاں لکھی جاتی تھیں، جس کی جان طوطے میں بند کر کے دور دیس کے جنگلوں میں رکھ دی جاتی تھی۔ بیسویں صدی کے آخری نصف نے عورت کو اپنے وجود کا احساس دلایا۔ اُس نے اپنی سوچ کو آزاد کیا۔ اپنے بارے میں، اپنے زمانے کے بارے میں اور عورت مرد کے رشتے کے بارے میں نہ صرف سوچا بلکہ اُس کو بیانیہ بھی عطا کیا۔ جیسے شروع شروع میں پبلک میں مشاعرہ پڑھتے ہوئے ٹانگیں کانپا کرتی تھیں۔ اس طرح شعر لکھتے ہوئے قلم میں سیاہی سوکھنے لگتی تھی مگر اب احساس و شعور کی دہلیز پہ کھڑی عورت معاشرے اور مرد، دونوں سے آنکھیں نہ صرف چار کرتی ہے بلکہ اپنے ہونے کا احساس بھی دلاتی ہے۔ اب لفظ اس کے ہاتھ سے پھسلتے نہیں۔ استعارے بن کر اظہار کی دہلیز پہ کھڑے یہ سوال کرتے ہیں کہ میں نے ہی نہیں آدم نے بھی گناہ کیا اگر زمین کی تخلیق میں بیج بونے کا حوصلہ کیا۔ یہ گناہ نہیں، تحریکِ آدمیت ہے جو تسلسلِ زندگی کی علامت ہے۔

ثمین نے پہلا قدم، شعر کے اس دائرے میں رکھا ہے جو لکیر ہونے کے باوجود کہیں بھی ختم نہیں ہوتا۔ وجود، موجود، ناموجود ہر فلسفے اور ہر تحریک میں عورت کی طرح بولنا ثمین نے سیکھ لیا ہے۔ لذت گفتار ابھی دو دھاری تلوار بننے کے لیے تڑپ رہی ہے۔ شعر کی یہ لیلیٰ، صحرائے سخن میں آزادیٔ ہنر کے لیے سرگرداں ہے!

کشور ناہید

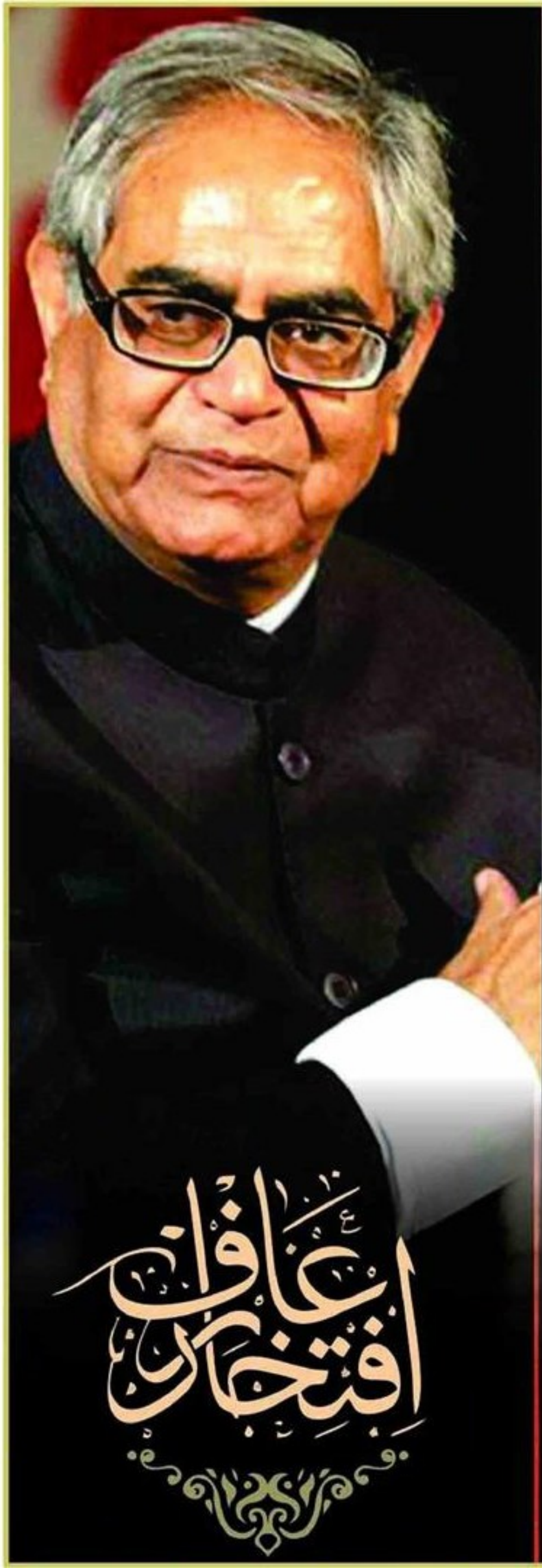

ثبیؔن کا پیشِ نظر مجموعہ ''اِک اور جنم'' شہرِ غزل میں سہل ممتنع کے علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔ محبت کی باتیں، رشتوں کی شکست و ریخت کا احوال، ہجر و وصال میں گزرے ہوئے روز و شب کا بیان مشرق کے شائستہ، سادہ اور دھیمے لہجے میں رقم کر دیا گیا ہے تو دل کی بات دل پر اثر کرتی نظر آتی ہے۔ مجموعے پر طائرانہ نگاہ بھی ڈالیں تو ایک بات واضح نظر آتی ہے کہ ثبیؔن مروّجہ مضامین کی تکرار سے شعوری طور پر اجتناب کرتی ہیں اور شاعری کے لیے وہی مضامین منتخب کرتی ہیں جو اِن کے وارداتِ شعری کا حصہ ہیں۔ سلیس اور میٹھی لغت میں مصرعے خوبصورتی سے تراشے گئے ہیں۔ صاف، رواں اور بنت کے اعتبار سے مکمل۔ میں نے ثبیؔن کا کلام پہلے نہیں دیکھا تھا مگر اب پڑھ رہا ہوں تو دل سے ان کے لیے دعا نکلتی ہے۔

پہلے ڈرتی تھی اِک پتنگے سے
ماں ہوں، اب سانپ مار سکتی ہوں

کتاب میں اس طرح کے متوجہ کرنے والے شعر آپ کو ''اِک اور جنم'' کی پذیرائی پر مجبور کر دیں گے۔ مجھے اس کا پورا یقین ہے۔

افتخار عارف

ہمارے عہد میں شاید سب سے زیادہ شاعری محبت کے موضوع پر کی گئی ہے۔ اور سوچے سمجھے بغیر کی گئی ہے ایک اندازے کے مطابق روزانہ بیسیوں شعری مجموعے مارکیٹ میں آتے ہیں۔ ان میں اکثر شعراء و شاعرات کچے جذبات پیش کرتے ہیں اور اُنہیں نئی نسل ہاتھوں ہاتھ بھی لیتی ہے۔ ایسی شاعری کرنے والے محبت اور محبت کی شاعری کی مشکلات کو نہ سمجھتے ہیں اور نہ اُس کا حق ادا کرتے ہیں بلکہ ایک ہی قسم کی شاعری منوں ٹنوں کے حساب سے کئے جا رہے ہیں۔ اس دوران میں کبھی کبھی کوئی مجموعہ ایسا بھی آ جاتا ہے جس سے لگتا ہے کہ اس محبت کے موضوع میں دم خم موجود ہے۔ شبینؔ کا پہلا شعری مجموعہ ''اک اور جنم'' محبت کے جذبے کو زمانے سے جداگانہ طور پر پیش کرتا ہے۔ محبت کے اجزائے ترکیبی وصال اور ہجر کے ساتھ ساتھ کچھ اور باتیں بھی اُس نے شامل کی ہیں۔ وہ اپنی شاعری میں گلہ مندی کے ساتھ ساتھ محبت کے کچھ تلخ حقائق بھی بیان کرتی ہے۔ وہ جب ماں کے روپ میں آتی ہے تو ایسا لازوال شعر تخلیق کرتی ہے۔

پہلے ڈرتی تھی اِک پتنگے سے
ماں ہوں اب سانپ مار سکتی ہوں

''اک اور جنم'' کی شاعری محبت کی شاعری ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کو بھی پیش کرتی ہے۔ میرے نزدیک شبینؔ کی شاعری عہدِ حاضر کی نسائی شاعری میں خوشگوار اضافہ ہے۔

عباس تابش

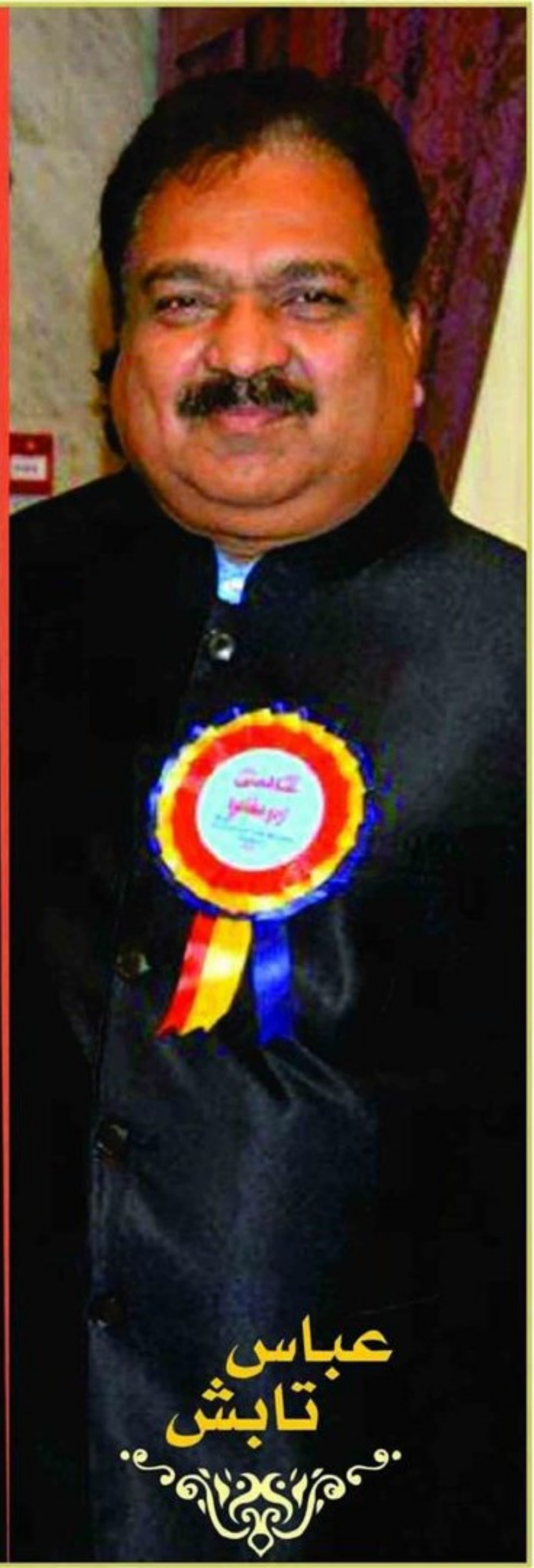

بسم اللہ الرحمن الرحیم

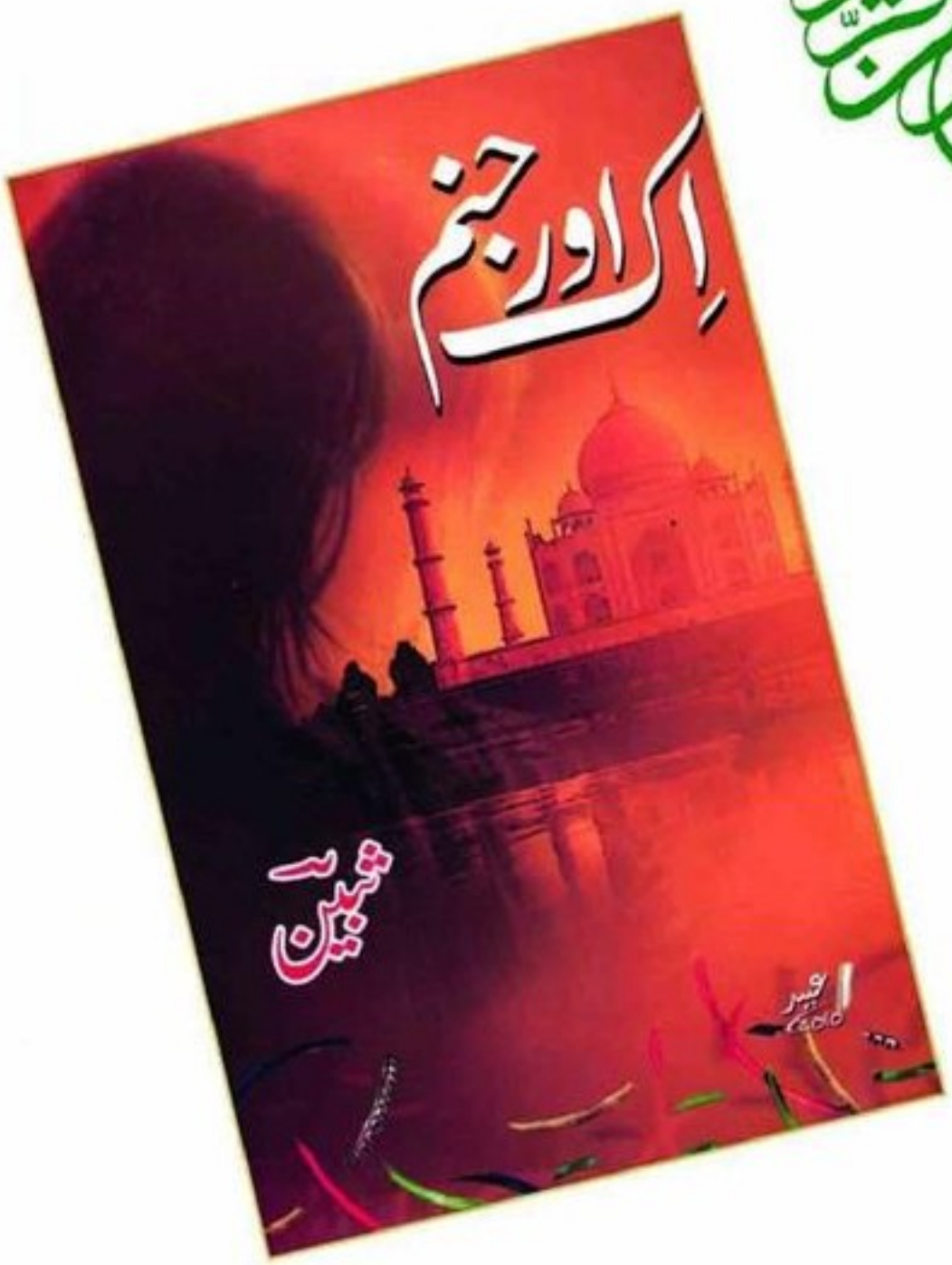

اِک اور جنم

انتساب

اپنی بہت پیاری دوست

حمیرا مگسی

کے نام

اِک اور جنم

شبین

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انار کلی)۔ لیک روڈ۔ لاہور
☎ 7310944-7231490

ہماری کتابیں .....

خُوبصورت، معیاری اور

کم قیمت کتابیں

تزئین واہتمام اشاعت

صفدر حسین

الحمد

alhamd_publication@yahoo.com

ضابطہ:-

اشاعت : جون2010ء

مطبع : شرکت پریس، لاہور

سرورق : عبیدالرحمٰن

قیمت : 300روپے

ترتیب

1	"اک اور جنم" کی روداد	احمد عقیل روبی	۹
2	اک اور جنم	شبین	۱۲
3	حمد باری تعالیٰ		۱۵
4	دعائیہ		۱۷
5	ماں (نظم)		۱۹

غزلیات

1	عشق نے میرے جسے القاب کا دفتر دیا	۲۳
2	روم روم میں درد بسائے بیٹھے ہیں	۲۵
3	تجھ سے وابستہ ہر اک شے کو جلا ڈالیں گے	۲۷
4	زخمِ دل کی دوا نہ ہو جانا	۲۹
5	معاملے ترے نمٹیں گے اب زبانی کہاں	۳۱
6	اک نام پر ہی زیست کو اپنی بسر کیا	۳۳
7	ایسا لگتا ہے ملاقات نہ ہوگی شاید	۳۵
8	عذاب سارے، سراب سارے	۳۷
9	وقت نے کیا کمال کر ڈالا	۳۹
10	محبتوں میں ذرا سا تو مان رہ جائے	۴۱
11	کرب آنکھوں سے جھانکتا ہوگا	۴۳

12	میں نے دیکھا ہے خواب پلکوں پر	۴۵
13	حصارِ جاں سے باہر لے گیا ہے	۴۷
14	بات سنتا ہے مگر بات سمجھتا کب ہے	۴۹
15	پچھلے وقتوں کی اک حکایت ہے	۵۱
16	لوٹ کر آتے نہیں روٹھ کے جانے والے	۵۳
17	کر خدا پر یقیں خدا کے لیے	۵۵
18	مجھ کو تنہا نہ تم سمجھ لینا	۵۶
19	نہ بھول کر کبھی اپنوں پہ اعتبار کریں	۵۷
20	فیصلہ جب کیا اُڑانوں کا	۵۹
21	سعد اور فہد کے لئے	۶۱
22	تعبیر ایک خواب کی سب خواب لے گئی	۶۳
23	بکھر رہی ہوں کہ مر رہی ہوں	۶۵
24	ضبط کی حد آزمائی جائے گی	۶۷
25	انوکھی اک روایت دے رہی ہوں	۶۹
26	سرِ آئینہ ہنس رہی ہوں میں	۷۱
27	یہ جو ٹھہرا ہوا سمندر ہے	۷۲
28	آنکھوں سے جدائی کا نظارہ نہیں جاتا	۷۳
29	ایک چپ کی صدا سمجھتے ہو	۷۵
30	مجھے سپنے دکھا کر لے گیا ہے	۷۷
31	محبت بے بسی ہی بے بسی ہے	۷۹
32	ربط صحرا کا ندی سے جوڑ دینا چاہئے	۸۱
33	بس ایک بار سرِ راہ وہ ملا تھا ثمین	۸۲
34	کوئی تکیہ نہ بچھونا ہوگا	۸۳

35	آتشِ شوق کو بجھا دیجے	۸۵
36	خواب جیسا خیال جیسا ہے	۸۷
37	محبت تو فقط کارِ زیاں ہے	۸۹
38	جاں سے جانے کی ضد نہیں کرتے	۹۱
39	کٹھن ہے بہت یہ سفر جانتا ہے	۹۳
40	عجب اِک بے کلی سی ہو رہی ہے	۹۵
41	عمر بھر جاگتے رہنے کی سزا پائی ہے	۹۷
42	اپنی خواہش کو دربدر کر کے	۹۹
43	بھولنا چاہو بھی مجھ کو تو بھلا پاؤ گے؟	۱۰۱
44	پاس رہ کر جو میرے پاس نہ ہو	۱۰۳
45	برف کی سل ہے یا الاؤ ہے	۱۰۵
46	اسیر اب بھی ہوں اُس کی اُسے بتا دینا	۱۰۷
47	میں مگن تھی اُس کے خیال میں مرے پاس سے وہ گزر گیا	۱۰۹
48	بارشوں کا موسم ہے ہو سکے تو آ جاؤ	۱۱۱
49	اب نہ روکو مجھے اب بکھر جانے دو	۱۱۳
50	یہی خیال مجھے بے قرار کرتا ہے	۱۱۵
51	کسی لمحے بھی تیرا عکس آنکھوں سے مٹا دینا	۱۱۷
52	اگر رستہ بدلنا تھا ہمیں پہلے بتا دیتے	۱۱۹
53	دل تو کیا جان بار سکتی ہوں	۱۲۱
54	مری چھوٹی بڑی کوتاہیوں پر درگزر کر دے	۱۲۳
55	آج اس طرح سے ہم دل کو سزا دیتے ہیں	۱۲۵
56	مجھے زندگی نہیں چاہئے مجھے اس طلب سے نکال دے	۱۲۷
57	کسی کے پیار کو رسوا کبھی اتنا نہیں کرتے	۱۲۹

58	محبتوں کو ہمیشہ حساب میں رکھا	۱۳۱
59	محبت کو بھلانے میں بہت تکلیف ہوتی ہے	۱۳۳
60	محبت کا سبق سکھلا رہی ہوں	۱۳۵
61	اک وہم ہے وہ شاید یا خوف کا سایا ہے	۱۳۷
62	محبت کا ارادہ کرلیا ہے	۱۳۹
63	مجھ کو اِس بات کی ندامت ہے	۱۴۱
64	محبت دے گئی ہے جاودانی	۱۴۳
65	فسانہ دل کا بیاں گو بہ گو نہیں کرتے	۱۴۵
66	زخمِ دل پر گلاب رکھا ہے	۱۴۷
67	سب کی نظروں سے بچا کر مجھ کو لے آیا مگر	۱۴۸
68	وہ اہلِ دل ہے محبت مگر نہیں رکھتا	۱۴۹
69	کبھی یقین کی صورت کبھی گماں کی طرح	۱۵۱
70	دُکھی کر کے خود اپنے آپ کو تنہا نہیں کرنا	۱۵۳
71	زندہ رہتے ہوئے یہ لوگ جو مر جاتے ہیں	۱۵۵
72	جس نے ہمارے دل کو کھلونا بنا دیا	۱۵۷
73	کوئی حالات ہوں جاناں مجھے کھونے نہیں دیتا	۱۵۹
74	ٹوٹ کر رہ گیا آنکھوں کا بھرم	۱۶۰
75	اس لیے راہ بدل کر مجھے چلنا ہی نہیں	۱۶۱
76	تجھے بھلانے کا ہم جو کمال کرتے نہیں	۱۶۳
77	کتنا معصوم سا ارادہ ہے	۱۶۵
78	تم کون ہو کیا ہو تمہیں پہچان گئے ہیں	۱۶۷
79	عجب اک سانحہ سا ہو رہا ہے	۱۶۹
80	مسکراتے ہوئے رخصت دے دو	۱۷۱

81	کوئی وحشت سی بسی ہے مجھ میں		۱۷۳
82	میری بربادیوں کے سائے ہیں		۱۷۵
83	مجھ کو بھی اس جہان میں بھجوا دیا گیا		۱۷۷
84	جو ساری عمر علامت رہا محبت کی		۱۷۹
85	کسی بھی وقت یہ احساس کم نہیں ہوتا		۱۸۱
86	لہو کے ساتھ جو خوشبو سفر میں رہتی ہے		۱۸۳
87	اتنے حسین لمحے بتانے کے بعد بھی		۱۸۵
88	حشر دل میں اٹھائے رکھتے ہیں		۱۸۷
89	وہ میرا وہم تھا کوئی میرا گمان تھا		۱۸۹
90	زہرِ ہجراں پیا نہیں جاتا		۱۹۱
91	من میں میرے ڈول رہا ہے		۱۹۳
92	خود کو اب کس طرح بھلا دے کوئی		۱۹۵
93	تو میری یاد کو دل میں ذرا سنبھال کے رکھ		۱۹۷
94	میرے خیال کو کوئی ایسا کمال دے		۱۹۹
95	یہ ہم اہلِ قلم کا عشق میں دستور ہوتا ہے		۲۰۱
96	جنگلوں میں آب و دانہ چاہئے		۲۰۳
97	اب اُمیدِ بہار مت کرنا		۲۰۵
98	بات کچھ ایسی کر گیا اِک شخص		۲۰۷
99	''اک اور جنم'' جدت و روایت کے آئینے میں	خورشید بیگ میلسوی	۲۰۹

''اک اور جنم'' کی روداد

زندگی کے اِس سفر میں ہر آدمی محبت کی ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے ایک بار ضرور گزرتا ہے اور پھر یادوں کے ڈھیر پر بیٹھ کر گزرے لمحات کو شاعری کی مالا میں پُروتا ہے۔ ثبینؔ کی یہ غزلیں دُکھ درد، مسرت، خوشی، کرب، ملاپ اور ہجر کے پھولوں سے گندھی ہوئی مالائیں ہیں جنہیں اس نے اپنی کتاب میں ہمارے لئے سلیقے سے ٹانک دیا ہے۔ ان مالاؤں میں کچھ پھول کھلے ہوئے ہیں کچھ مرجھا گئے ہیں۔ کچھ جدائی کے زرد رنگ میں لپٹے ہوئے ہیں اور کچھ چنچل جذبوں کا لباس پہنے کھڑے مُسکرا رہے ہیں۔ پھولوں کے رنگ جُدا جُدا ہیں۔ لیکن سب ایک ہی کہانی کہتے ہیں اور وہ محبت کی کہانی ہے..... بس ثبینؔ کی شاعری اِس محبت سے عبارت ہے۔ ثبینؔ بات کرنا جانتی ہے اور اس نے سلیقے سے شعری زبان میں باتیں کی ہیں۔ ان باتوں میں کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جو ایک عرصہ تک ہمارے کانوں میں گونجتی رہیں گی۔ ہر شاعر اپنے تجربے اور مشاہدے کی چھت پر کھڑے ہو کر اپنے ہونے کا اعلان کرتا ہے ہمیں چاہئے کہ اُس کی کارکردگی کو اُس کے تجربے اور دائرے میں کھڑے ہو کر پرکھیں اُس کا موازنہ کسی دوسرے شاعر کے ساتھ کرنا میرے نزدیک سراسر زیادتی ہے کیونکہ ہر شاعر کی اپنی پہچان اور اپنا اسلوب ہوتا ہے۔

ثبینؔ زندگی کے ہر رویے اور ہر راستے سے گزری ہے اور اُس نے ہر رشتے پر ہر گھڑی ہر تعلق کو پرکھا ہے اور اُس سے شاعری کشید کی ہے اُس کی شاعری پڑھ کر دیکھ لیں آپ کو محسوس ہوگا کہ وہ زندگی کی گزرگاہ سے آنکھیں بند کر کے نہیں گزری۔ تجربے کا کھرا یا کھوٹہ سکہ اپنی جیب میں سنبھال کر رکھا ہے وہ زندگی کی آگ میں جلی ہے اور اس آگ کی حرارت نے اُسے پکا برتن بنا دیا ہے جو ٹوٹ پھوٹ سے بے نیاز ہو چکا ہے۔

پہلے ڈرتی تھی اِک پتنگے سے
ماں ہوں' اب سانپ مار سکتی ہوں

ماں کی جرأت اور ممتا کی بہادری کی اِس سے اچھی مثال اور کیا ہوگی۔ اولاد کے بغیر عورت کے وجود کو اُدھورا تصور کیا جاتا ہے وہ مکمل اُس وقت ہوتی ہے جب اُس کی کوکھ میں کوئی پھول کھل جائے۔ ثبینؔ نے اِس احساس کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے وہ کہتی ہے۔

میں اُدھوری ہوں مجھے کر دے مکمل یارب
بھول بیٹھا ہے تو کیا مجھ کو بنانے والے

انسانی زندگی مختلف رشتوں کا ایک عجیب وغریب نیٹ ورک ہے کبھی ٹوٹتا ہے کبھی جوڑتا ہے کبھی فاصلے بڑھتے ہیں کبھی دوریاں گھٹتی ہیں۔ ثبینؔ نے اِن تمام احساسات کو شاعری کی زبان دی ہے

وقت نے کیا کمال کر ڈالا
ربط اُس سے بحال کر ڈالا

.....

بات سُنتا ہے مگر بات سمجھتا کب ہے
وہ مرے غم، مرے حالات سمجھتا کب ہے

.....

تمہاری یاد ہے میرا سہارا
جو میرے ساتھ شب بھر جاگتی ہے

.....

ربط صحرا کا ندی سے جوڑ دینا چاہیئے
اب کہانی کو نیا اِک موڑ دینا چاہیئے

ثبینؔ کی شاعری اِن ہی بنتے بگڑتے اور سنورتے رشتوں کی کہانی ہے جو اُس نے بڑی ہنرمندی سے ہمیں سنائی ہے جب تک انسان زندہ ہے یہ کہانی چلتی رہے گی اور ثبینؔ کی شاعری بھی انسانوں کی یادداشتوں میں کہیں سرسراتی رہے گی۔

احمد عقیل روبی

اک اور جنم

مجھے اس بات کا اقرار کرتے ہوئے اظہار کرتے ہوئے اور اسے تحریر کرتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں ہوتی کہ صدیوں یعنی ان گنت صدیوں، زمانوں، یعنی ان گنت زمانوں کو بسر کرتے ہوئے اور ان میں سفر کرتے ہوئے میں آج بھی اپنی منزل سے دور ہوں اور مجھے دور ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ مجھے ان صدیوں اور زمانوں کا قرض لگان کی صورت کئی جنموں کو ادا کرنا ہے میں نہیں جانتی کہ یہ میرا کون سا ''جنم'' ہے اور ہے بھی یا نہیں اور وہ جنم جس کے خواب جنموں سے میری آنکھوں کو انگاروں کی طرح دہکائے رکھتے ہیں میری ان جلتی آنکھوں کو اس جنم کے وجود کا احساس ہوگا یا نہیں، مگر مجھ کو تو اِن اَن دیکھی منزلوں کی جانب اپنے قدم یونہی بڑھاتے رہنا ہے کہ میں ٹھہر بھی تو نہیں سکتی۔ وہ خواب میری آنکھوں اور میری آنکھوں کی پتلیوں میں بسنے والی کائناتوں اور اُن کائناتوں میں بسنے والے انسانوں اور اُن انسانوں میں بسنے والے انسان کا خواب ہے جو شاید تعبیر کی لذت سے محروم رہے، مگر مجھ کو میرے خواب ہی تعبیر کی لذت مہیا کرتے ہیں۔ میرا سفر ہی دراصل میرا وجود ہے جو میرے پیروں کے تلووں کو تھکن کی مہندی کے گہرے رنگوں سے سجائے رکھتا ہے۔ میری پیشانی میری غیر مطمئن زندگی کا استعارہ ہے اور میری تنہائی ہی میرا کُل سرمایہ ہے۔ میں آج بھی وہیں موجود ہوں جہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ میں اکثر خود سے سوال کرتی ہوں کہ کیا میں خود سے نالاں ہوں مگر مجھ کو ہمیشہ جواب میں ایک گہری خاموشی ملتی ہے۔ میں اپنے فن کو اپنی ذات کے اظہار کا ذریعہ نہیں جانتی جبکہ وجود کا حصہ جانتی ہوں۔ میں نہیں

جانتی کہ صبح سے شام تک اور پھر شام سے صبح تک انسان دیگر انسانوں کے لیے کیا سوچتا ہے مگر میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیا انسان موجودہ انسان سوچتا بھی ہے یا''

خیر میں ڈھیروں کتابوں کا مطالعہ کرتی ہوں اور ان ڈھیروں کتابوں میں مجھے جو بات پریشان کرتی ہے وہ کتاب کے کسی نہ کسی پنّے پر لکھا ہوا لفظ ''تنہائی'' میرے جسم سے جان کھینچ لیتا ہے۔ جان بھی وہ جس کا بار صدیوں سے ڈھویا جا رہا ہے۔ میرے نزدیک کائنات کا سب سے بڑا مسئلہ عہد شکنی رہا ہے۔ جانے ہم وعدوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ بحر حال ہم وعدوں کو کچھ بھی سمجھتے ہوں مگر انہیں وعدہ نہیں سمجھتے۔ ہم اپنی اپنی زندگیوں میں بلا کے سفاک واقع ہوئے ہیں۔ ہمارے اس ظلم سے انسان تو انسان پتھر بھی محفوظ نہیں۔ مَیں صدیوں سے ایک ایسے انسان کی تلاش میں ہوں جو انسان ہو اور شاید یہی وہ تلاش ہے جو مجھ پر ایک اور جنم کے در وا کرتی ہے میری زندگی ہواؤں کے نوحے سنتے گزری ہے مجھے دنیا میں مرنے والے ہر انسان کے لاشے کے قریب سے شہنائی کی گونج سنائی دیتی ہے۔ مجھے معصوم تتلیوں کے پروں پر لکھی تحریریں اُن کے مٹ جانے کا یقین دلاتی ہیں مجھے بوسیدہ عمارتوں سے تازہ زخموں کی خوشبو آتی ہے مجھے آج بھی حویلیوں کی خاموشیوں کو چیرتی ہوئی پازیب کی چھنچھناہٹ سنائی دیتی ہے۔ میرا دل آج بھی اُن عاقلوں کی عقل پر ماتم کناں ہے جو پرندوں کے پر کاٹ کر انہیں مژدہِ آزادی دیتے ہیں

میری زندگی کا ہر پل آج بھی گماں کی تصویر میں یقین کا رنگ بھرتے گزرتا ہے۔ میں اپنے گھر میں رکھے ہوئے خوش نما آئینے کے لئے آج بھی انجان ہوں اور کیوں نہ ہوں کہ آئینہ میرے ہونٹوں پر رکھی فطری مسکراہٹ ہی تو دِکھاتا ہے۔ جب کہ میں ہمیشہ ایک ایسے آئینے کی متلاشی رہی ہوں جو میری درونِ ذات میں ٹوٹی چوڑیوں کی کرچیاں دِکھا سکے۔

میں حیران ہوں۔ اپنے گرد مردہ ذہنوں کو دیکھ کر مجھے رحم آتا ہے ان کی بے بسی پر کہ جو اپنی مردہ سوچوں کو زندگی سمجھتے ہیں اور میں جھنجھلاہٹ کا شکار ہوں اُن پر، جو سانسوں کو لافانی زندگی تصور کرتے ہیں۔ مَیں ہر عہد کی رومانوی کہانی کا اہم کردار رہنا چاہتی ہوں کہ جس کے بغیر کہانی نامکمل رہے۔

سو میں اپنے تمام دوست نما دشمنوں کے لئے دعا گو ہوں کہ اگر ان کے نشانے کا ہدف میرا دل ہے تو خدا ان کا نشانہ کبھی خطا نہ کرے اور مجھے ''اک اور جنم'' عطا کرے کہ میں اپنے جنم جنم کے خوابوں کی تعبیروں کے عذاب یونہی سہوں کہ مجھ کو ایسا نرم دل عطا ہی کیوں کیا گیا کہ جس میں صرف اور صرف محبت ہی پل سکتی ہے اور شاید یہی میری سزا ہے مجھے پل پل رشتوں میں محبتیں تقسیم کرنا ہیں یعنی ان گنت رشتوں میں۔

میں ادھوری ہوں مجھے کر دے مکمل یا رب
بھول بیٹھا ہے تُو کیا مجھ کو بنانے والے

شبینؔ

حمدِ باری تعالیٰ

شان عالی ہے گُو بہ گُو تیری
ہر زباں پر ہے گفتگو تیری

دشت و صحرا ترے، جبل تیرے
بحر تیرے ہیں آب جو تیری

فکرِ دُنیا سے کیا غرض مجھ کو
دل میں بستی ہے آرزو تیری

میرا عزمِ سفر تری جانب
ہر قدم پر ہے جستجو تیری

نام لیتی ہوں عجز سے تیرا
حمد کرتی ہوں باوضو تیری

تو ہے اس کائنات کا خالق
حکمرانی ہے چار سُو تیری

دعائیہ

خالقِ شام و سحر دے مجھ کو
نعت کہنے کا ہنر دے مجھ کو

ہر گھڑی روضۂ اطہر دیکھوں
اے خدا حسنِ نظر دے مجھ کو

میں گناہوں پہ ہوں نادم اپنے
لذتِ دیدۂ تر دے مجھ کو

مدحت شاہِ مدینہؐ کے لیے
تازہ حرفوں کے گہر دے مجھ کو

خلعت عشق عطا کر مولا!
اپنے محبوبؐ کا کر دے مجھ کو

ہجرتِ شاہِ عربؐ کے صدقے
تو مدینے کا سفر دے مجھ کو

ماں

پہلے لفظوں کو باوضو کر لوں
آبِ زم زم سے پھر قلم بھر لوں
کیونکہ کرنا ہے ذکر ماں کا مجھے
اس لیے خود کو معتبر کر لوں

O

اے مری ماں تری عظمت تری حرمت کو سلام
مجھ کو دنیا میں ملا تیری بدولت یہ مقام

تیری شفقت کی بدولت میں قلم کار ہوئی
تیری عظمت کی بدولت میں ہنر دار ہوئی

قرض میں تیری محبت کا چکاؤں کیسے
کچھ سمجھ میں نہیں آتا تجھے چاہوں کیسے

تیری آغوش میں طفلی مری کھیلی ہے کبھی
تو کبھی ماں ہے مری اور سہیلی ہے کبھی

میری خوشیوں کے لیے رنج بہت تو نے سہے
تیرے ہونٹوں نے مگر حرفِ شکایت نہ کہے

مجھ کو ہر پل تری بانہوں نے تحفظ بخشا
تو نے جو کچھ کیا حق میں مرے اچھا ہی کیا

میں ترے قرض اتاروں یہ کہاں ممکن ہے
مجھ کو اب بھی ترے سائے میں اماں ممکن ہے

اے مری ماں ترے قدموں تلے جنت ہے مری
آج بھی مجھ کو دعاؤں کی ضرورت ہے تری

اک انوکھا یہ سبق تو نے پڑھایا ہے مجھے
درد سہنا ہر اک انساں کا سکھایا ہے مجھے

میری دنیا میں ترے دم سے سکوں سازی ہے
تو سلامت ہے تو رب مجھ سے مرا راضی ہے

غزلیات

O

عشق نے میرے جسے القاب کا دفتر دیا
اُس نے سونے کو مجھے کانٹوں بھرا بستر دیا

میری تحریروں سے خائف ہو کے پھر اغیار نے
رنگ کوئی اور افسانوں میں میرے بھر دیا

تیرے آنگن سے اُترتی چاندنی نے اب تلک
خوف بخشا سسکیاں دیں اور مجھ کو ڈر دیا

جا تری جھولی میں میں نے اپنی خوشیاں ڈال دیں
جا ترے دامن کو اُمیدوں سے میں نے بھر دیا

تیری چاہت کا بھرم رکھنے کا سودا سر میں تھا
ہم نے اپنا گھر دیا پھر زر دیا پھر سر دیا

جب ہنر اُس کی محبت کا کُھلا مجھ پر شبینؔ
قید اُس نے گھر کی دیواروں میں مجھ کو کر دیا

○

روم روم میں درد بسائے بیٹھے ہیں
یادوں کا انبار لگائے بیٹھے ہیں

ایک ہی روشن دان تھا دل کی کٹیا کا
اُس پر بھی دیوار اٹھائے بیٹھے ہیں

درد کا گاہک شاید کوئی آ نکلے
زخموں کا بازار سجائے بیٹھے ہیں

چاند یقیناً آج زمیں پر اترے گا
صحن میں یوں وہ زلف بچھائے بیٹھے ہیں

لوٹے ہیں دریا کے کنارے سے پیاسے
دشت سے ہم اب آس لگائے بیٹھے ہیں

ذاتِ اَنا کے ریزے ہاتھوں میں لے کر
پور پور اپنی زخمائے بیٹھے ہیں

غیروں سے کس منہ سے شکوہ کرتے ہم
اپنے آپ سے دھوکہ کھائے بیٹھے ہیں

اشک تو دل میں صدیوں پہلے اترے تھے
آج یہ کیوں طوفان اٹھائے بیٹھے ہیں

○

تجھ سے وابستہ ہر اک شے کو جلا ڈالیں گے
تُو تو تُو تیرا تصور بھی مٹا ڈالیں گے

تو جو آئے گا تو اک کھیل نیا کھیلیں گے
وقت کے پاؤں میں زنجیر سجا ڈالیں گے

ہم محبت کے پرستار مروت کے اسیر
اس کے کاسے میں شب و روز وفا ڈالیں گے

وہ اگر ظلم پہ نازاں ہے تو پھر یوں ہی سہی
ہم اُسے بحرِ محبت میں بہا ڈالیں گے

اے شبِ غم ابھی کرنے دے تماشا اُن کو
ہم تو پھر وہ ہیں جو اک حشر اٹھا ڈالیں گے

اس کو زخموں کے کھرچنے کا مزا لینے دو
ہم مسیحا ہیں سو زخموں پہ دوا ڈالیں گے

مٹ گئے ہم تو مٹا دے گا زمانہ سب کو
بس گئے ہم تو زمانے کو بسا ڈالیں گے

ہم تو نذرانۂ جاں لے کر چلے ہیں گھر سے
آپ بتلائیے کشکول میں کیا ڈالیں گے

سر قلم کر دیں گے منہ زور تمناؤں کے
آرزوؤں کو شبینؔ آگ لگا ڈالیں گے

مل گئے ہو اگر نصیبوں سے
اب خدارا جدا نہ ہو جانا

جو سماعت کو زیر بار کرے
اتنی اُونچی صدا نہ ہو جانا

ڈوب جانا ہی حق میں بہتر ہے
تم مرے ناخدا نہ ہو جانا

میرے قدموں کو منزلیں دینا
تم فقط راستہ نہ ہو جانا

پوجتی ہوں تمہیں محبت میں
عشق رہنا خدا نہ ہو جانا

O

زخم دل کی دوا نہ ہو جانا
تم کہیں با وفا نہ ہو جانا

تم تو میری قضائے عمری ہو
فرض بن کر ادا نہ ہو جانا

سر جو ڈھانپوں تو پاؤں کھل جائیں
اتنی چھوٹی ردا نہ ہو جانا

عمر بھر کاٹنی پڑے مجھ کو
پیار کی وہ سزا نہ ہو جانا

O

معاملے ترے نمٹیں گے کب زبانی کہاں
نہ جانے کھو گئے الفاظ سے معانی کہاں

وہ بول سکتی ہیں اپنے حقوق کی خاطر
اب عورتوں میں وہ پہلے سی بے زبانی کہاں

دیارِ غیر میں جا کر جو بیچ دی تم نے
خرید پاؤ گے اب اپنی وہ جوانی کہاں

ہے پرسکون مرے پیار کا سمندر بھی
اور اُس کے عشق کے دریا میں بھی روانی کہاں

وہ جن کو اپنے ہی ماں باپ بوجھ لگتے ہیں
ثبینؔ مر گیا دیدوں کا ان کے پانی کہاں

○

اک نام پر ہی زیست کو اپنی بسر کیا
ہم نے تمام عمر یہی اک ہنر کیا

امکان اس کے لوٹ کے آنے کا اب نہیں
پر زندگی کو نام پہ اس کے بسر کیا

اے یارِ خوش دیار تجھے کیا بتائیں ہم
ملبے پہ اپنے کس طرح تعمیر گھر گیا

اہلِ وفا ارادے فقط باندھتے رہے
اک بے وفا نے عشق کا میدان سر کیا

دیکھا تو ڈھونڈ لائی تھی اپنا وجود ہی
خود کو تری تلاش میں جب دربدر کیا

آساں لگا سفر کا ہر اک مرحلہ شبینؔ
اک شخصِ خوش خرام کو جب ہمسفر کیا

○

ایسا لگتا ہے ملاقات نہ ہوگی شاید
آج کے بعد کوئی بات نہ ہوگی شاید

بات بے بات برستی تھی تری یادوں میں
اب مری آنکھ سے برسات نہ ہوگی شاید

وقت ظالم ہے، اگر پھر کبھی اِن راہوں میں
مل بھی جاؤ گے تو یہ بات نہ ہوگی شاید

صرف اُتری تھی فلک سے جو تمہاری خاطر
وہ پری زاد کبھی ساتھ نہ ہوگی شاید

جس کا ہر لمحہ امیں تھا مری چاہت کا ثبینؔ
تادمِ حشر بھی وہ رات نہ ہوگی شاید

○

عذاب سارے، سراب سارے
کہاں گئے میرے خواب سارے

اب اور کتنا مجھے پڑھے گا
وہ رَٹ چکا میرے باب سارے

وہ کورا کاغذ مجھے تھما کر
چکا گیا ہے حساب سارے

سوال سے پہلے لکھ چکی ہوں
میں خود ہی اُس کے جواب سارے

اب اُس کے حصے میں کیا بچا ہے
لٹا چکا وہ ثواب سارے

ثبینؔ اب اُس کے نام کر دو
ستاروں جیسے خطاب سارے

O

وقت نے کیا کمال کر ڈالا
ربط اُس سے بحال کر ڈالا

ایک بس مجھ کو تیری خواہش نے
دیکھ کتنا نڈھال کر ڈالا

جو ادھورا رہا محبت میں
مجھ کو ایسا سوال کر ڈالا

یہ مرا دل ہی میرا دشمن ہے
جس نے جینا محال کر ڈالا

اُس کو دیکھا تو وقت نے پھر سے
میرے ماضی کو حال کر ڈالا

آپ کے انتظار نے آخر
ایک لمحے کو سال کر ڈالا

نام لے کر ترا دھڑکتا تھا
دل کو خود پائمال کر ڈالا

خود تو وہ لاجواب تھا ہی شبینؔ
مجھ کو بھی بے مثال کر ڈالا

O

محبتوں میں ذرا سا تو مان رہ جائے
خود اپنے ہونے کا کچھ تو گمان رہ جائے

نہیں ہے دوستی تو رسمِ دشمنی ہی نبھا
کہ نفرتوں کا ہی در درمیان رہ جائے

زمیں سے اِس لیے میں نے نہ سلسلہ رکھا
کہ میرے سر پہ کوئی آسمان رہ جائے

میں ایک عمر سے اِس خوف میں نہیں سوئی
کھلے جو آنکھ تو خالی مکان رہ جائے

مرے خدا مجھے دیوانہ اِس طرح کر دے
کہ وحشتوں میں بھی اُس کا ہی دھیان رہ جائے

کبھی تو یوں بھی ہو میں خواب میں تجھے چوموں
تری جبین پہ اس کا نشان رہ جائے

مجھے ثبینؔ یہی خوف کھائے جاتا ہے
کہیں یقیں نہ مرا اک گمان رہ جائے

○

کرب آنکھوں سے جھانکتا ہوگا
جو ترے ہجر میں جلا ہوگا

پیار میں کچھ بھلا نہیں ہوتا
جو بھی ہوگا وہی برا ہوگا

بادوباراں ہے آج زوروں پر
آج پھر زخمِ دل ہرا ہوگا

سونا ہو جائے گا مرا آنگن
جب یہ بچّہ مرا بڑا ہوگا

عشق کی آگ پار جو کر لے
اپنی چاہت میں وہ کھرا ہوگا

زندہ رہنے کی جستجو کر کے
سینکڑوں بار وہ مرا ہوگا

جس کی بنیاد جھوٹ پر ہو شبینؔ
کس طرح سے وہ گھر بچا ہوگا

○

میں نے دیکھا ہے خواب پلکوں پر
جیسے کوئی حباب پلکوں پر

جل رہا ہے کسی کی چاہت کا
کتنے جنموں سے خواب پلکوں پر

آندھیاں دشتِ دل سے کیا گزریں
آ گئے سب سراب پلکوں پر

بزم میں وہ مرے سوالوں کے
لکھ رہا تھا جواب پلکوں پر

درد کے چاند ڈوبتے کب ہیں
بن گئے آفتاب پلکوں پر

زندگی بھر کے امتحاں کا مرے
ربّ نے لکھا نصاب پلکوں پر

تھک گئی ہیں ثبینؔ کی آنکھیں
سہتے سہتے عذاب پلکوں پر

○

حصارِ جاں سے باہر لے گیا ہے
مجھے، مجھ میں سما کر لے گیا ہے

دُکھوں کی اوڑھنی مجھ کو اُڑھا کر
وہ میری سُکھ کی چادر لے گیا ہے

مرے ہاتھوں کو بس اِک بار چھو کر
مری خوشبو سراسر لے گیا ہے

سرِ مژگاں نہیں پہنچا جو آنسو
وہ میرا دل بہا کر لے گیا ہے

وہ تشنہ تھا کئی صدیوں کا شاید
جو کشتی میں سمندر لے گیا ہے

وہیں مدفن تھا میری آرزو کا
جہاں مجھ کو مقدر لے گیا ہے

○

بات سنتا ہے مگر بات سمجھتا کب ہے
وہ مرے غم، مرے حالات سمجھتا کب ہے

گریۂ شب کی طرف دیکھتا رہتا ہے مگر
وہ مرا شوقِ مناجات سمجھتا کب ہے

اُس کی خواہش ہے سرِ راہ ملوں میں اُس سے
پر وہ وحشت بھرے خدشات سمجھتا کب ہے

چھا گئی اُس کے تخیل پہ سیہ زلف مری
وہ کسی رات کو اب رات سمجھتا کب ہے

اُس کو ضد ہے کہ اُسے ٹوٹ کے چاہے کوئی
وہ مگر عشق کے صدمات سمجھتا کب ہے

چشمِ حیراں کو گلہ ہے تو غلط کیا اِس میں
وہ مرے پیار کے جذبات سمجھتا کب ہے

پا بجولاں ہو تعلق تو نبھاؤں کیسے
وہ مری صورتِ حالات سمجھتا کب ہے

تشنگی رنگ بدلتی ہے مگر دوست مرا
چاہتی کیا ہے یہ برسات، سمجھتا کب ہے

مجھ کو پانے کا یقیں اُس کو ہے اِس درجہ ثمینؔ
ہار جانے کو بھی وہ مات سمجھتا کب ہے

○

پچھلے وقتوں کی اک حکایت ہے
پیار کرنا بھی اک عبادت ہے

کوئی مرتا نہیں کسی کے لئے
کس قدر تلخ یہ حقیقت ہے

پیرہن ہیں ہم ایک دوجے کا
یہ محبت نہیں ضرورت ہے

جب جہاں چاہے رو تو سکتی ہوں
کتنی گھر میں مجھے سہولت ہے

ماں کے قدموں کو جب چھوا میں نے
یوں لگا بس یہی عبادت ہے

ساتھ ہے آسماں تلے وہ بھی
یہ بھی میرے لئے سعادت ہے

میں جو ذاتِ اَنا سے باہر ہوں
یہ بھی خود سے کھلی بغاوت ہے

O

لوٹ کر آتے نہیں روٹھ کے جانے والے
لاکھ پھر اسم پڑھیں ان کو بلانے والے

میں ادھوری ہوں مجھے کر دے مکمل یاربّ
بھول بیٹھا ہے تُو کیا مجھ کو بنانے والے

میں ہوں مٹّی مجھے مٹّی میں ملا دو لوگو
آ گئے قبر پہ ''وہ'' مجھ کو جلانے والے

جب بھی رشتوں کو نئے میں نے نبھانا چاہا
یاد آنے لگے کچھ ربط پرانے والے

بند کمرے میں کسی عالم تنہائی میں
کس قدر روتے ہیں یہ ہنسنے ہنسانے والے

ذات کو میری اجاگر کہیں کر دیں نہ شبینؔ
داغ ہوتے نہیں یہ سب کو دکھانے والے

○

کر خدا پر یقیں خدا کے لئے
زندگی کی تلاش جاری رکھ

مجھ کو اس عشق سے رہائی دے
آخری بات تو ہماری رکھ

عشق میں کچھ طلب نہیں رکھتے
دوستانہ نہ کاروباری رکھ

○

مجھ کو تنہا نہ تم سمجھ لینا
میری تنہائی مجھ میں رہتی ہے

○

نہ بھول کر کبھی اپنوں پہ اعتبار کریں
کہا ہے دل نے کہ غیروں پہ انحصار کریں

جدا رہیں مگر اک دوسرے کے ہو کے رہیں
جدا سا رشتہ چلو اُس سے اُستوار کریں

بنا ہوا ہے یہ عبرت نئے زمانے کی
لبادہ دکھ کا یہ ہم آج تار تار کریں

یہ میرا جذبہ کامل کوئی مذاق نہیں
دعا وہ مجھ کو بھلانے کی بار بار کریں

وہ کر رہا ہے جو وعدہ نبھا نہیں سکتا
ذرا سی بات پہ کیا اس کو شرمسار کریں

ہمیں ہے اس سے محبت اسے بتائیں کیوں
ہم اپنے پیار سے کیوں اس کو زیر بار کریں

اسیر کر دیا رشتوں نے اس جنم میں مجھے
بس ایک اور جنم اس کا انتظار کریں

کتاب عشق کا ہم انتساب بن جائیں
روش کچھ ایسی شبینؔ آؤ اختیار کریں

○

فیصلہ جب کیا اڑانوں کا
وقت تھا صبح کی اذانوں کا

دفن ہوں مصلحت کے بوجھ تلے
حوصلہ مجھ میں ہے چٹانوں کا

بوریوں میں اناج بھرنے سے
پیٹ بھرتا نہیں کسانوں کا

خون کا رنگ ایک ہے سب کا
فرق ہے تو فقط زبانوں کا

ستاروں نے پوچھا فلک پر خدا سے
زمیں پر یہ دو چاند کیسے بنائے

جدا ہوں کبھی دونوں اک دوسرے سے
خدا مجھ کو وہ دن کبھی نہ دکھائے

ستارے بچھا دوں ہر اک راستے پر
زمیں پر کبھی پاؤں پڑنے نہ پائے

خلوص اس قدر اپنے لہجے میں رکھنا
کہ دشمن بھی تم سے برا کر نہ پائے

زاویے دیکھ کر نگاہوں کے
فیصلہ کر لیا زمانوں کا

جن کے گرنے کا خوف ہو ہر پل
فائدہ کیا ہے ان مکانوں کا

اب خدا کے لئے پلٹ آؤ
وقت گزرا نہیں بہانوں کا

اک جنم بعد پھر ملیں گے شبینؔ
فیصلہ ہے یہ آسمانوں کا

سعد اور فہد کے لئے

کسی دُکھ کا بادل تمہیں چھو نہ پائے
دکھوں سے خدا تم کو ہر دم بچائے

مری ہر خوشی ہو تمہارا مقدر
کبھی آہ لب پر تمہارے نہ آئے

بہت جاگتی تھی یہی سوچ کر میں
مرا لعل سوتے میں ڈر ہی نہ جائے

مکمل ہو ہر آرزو زندگی کی
ادھوری کوئی بھی خوشی رہ نہ جائے

ستاروں نے پوچھا فلک پر خدا سے
زمیں پر یہ دو چاند کیسے بنائے

جدا ہوں کبھی دونوں اک دوسرے سے
خدا مجھ کو وہ دن کبھی نہ دکھائے

ستارے بچھا دوں ہر اک راستے پر
زمیں پر کبھی پاؤں پڑنے نہ پائے

خلوص اس قدر اپنے لہجے میں رکھنا
کہ دشمن بھی تم سے برا کر نہ پائے

O

تعبیر ایک خواب کی سب خواب لے گئی
جتنے تھے زندگی کے وہ اسباب لے گئی

راہ سفر میں جب کوئی جگنو نہیں ملا
میں ساتھ اس کی یاد کا مہتاب لے گئی

اس موت کو بھی دینی پڑے گی کوئی سزا
ہم سے ہمارے گوہرِ نایاب لے گئی

بھڑکی تھی اس طرح سے منافق روی کی آگ
چہرے کا نور دل کی تب و تاب لے گئی

تہذیبِ نو کا طُرفہ تماشا ہے یہ شبینؔ
ہم سے ہماری بزم کے آداب لے گئی

شایانِ شان اس کے کوئی بھی نہ تھا شبینؔ
وقتِ وصال جتنے میں القاب لے گئی

O

بکھر رہی ہوں کہ مر رہی ہوں
دکھوں کی تہ میں اتر رہی ہوں

میں دے رہی ہوں فریب خود کو
کہ بے سبب ہی سنور رہی ہوں

وہ ٹوٹ جاتا ہے ایک پل میں
میں جو ارادہ بھی کر رہی ہوں

نہیں ہے زندہ کوئی بھی جس میں
میں ایسا آسیب گھر رہی ہوں

پہنچ رہی ہوں اسی کے در پر
میں جس بھی رہ سے گزر رہی ہوں

میں عادتاً ہی جہان کے دکھ
کیوں اپنے دامن میں بھر رہی ہوں

وہ مجھ کو تقسیم کر رہا ہے
میں جس کا دست ہنر رہی ہوں

دکھائی دیتی ہے اس کی صورت
اب آئینے سے بھی ڈر رہی ہوں

○

ضبط کی حد آزمائی جائے گی
اک قیامت خود پہ ڈھائی جائے گی

سب وفاؤں کے اثاثے بیچ دو
پیار کی بولی لگائی جائے گی

موت کی دے کر دعا رخصت کرو
اب مری ڈولی اٹھائی جائے گی

شہر میں روزی کمانے کے لئے
میری جنموں کی کمائی جائے گی

اس کے چہرے سے نظر ہٹتی نہیں
عمر بھر کی پارسائی جائے گی

○

انوکھی اک روایت دے رہی ہوں
اُسے اذنِ شکایت دے رہی ہوں

وہ جب چاہے مجھے آزاد کر دے
اسے خود یہ سہولت دے رہی ہوں

میں اس کا امتحاں لینے کی خاطر
محبت کی اجازت دے رہی ہوں

جو بھٹکا پھر رہا ہے جنگلوں میں
اسے دل کی قیادت دے رہی ہوں

جو خود کو پیار میں ہارا ہوا ہے
اسے دل کی حکومت دے رہی ہوں

خدارا دامِ الفت میں نہ آنا
میں سب کو یہ ہدایت دے رہی ہوں

بہت ترسی ہوں میں اپنوں کے ہاتھوں
سو غیروں کو محبت دے رہی ہوں

○

سر آئینہ ہنس رہی ہوں میں
پس آئینہ رو رہا ہے کون

زخم اگتے ہیں دل کے صحرا میں
مجھ میں یہ درد بو رہا ہے کون

○

یہ جو ٹھہرا ہوا سمندر ہے
ایک طوفان اس کے اندر ہے

بادشاہی چھپائے بیٹھا ہے
وقت سب سے بڑا قلندر ہے

○

یہ جو ٹھہرا ہوا سمندر ہے
ایک طوفان اس کے اندر ہے

بادشاہی چھپائے بیٹھا ہے
وقت سب سے بڑا قلندر ہے

○

آنکھوں سے جدائی کا نظارہ نہیں جاتا
اب ہم سے تو یہ درد سہارا نہیں جاتا

کس طرح سے گزرے گی میری عمر نہ جانے
بن اس کے تو اک لمحہ گزارا نہیں جاتا

جس صحن میں خود چاند اترتا ہو سرِ شام
اس صحن میں پھر کوئی ستارہ نہیں جاتا

سینے سے لگا کر اسے حیران بہت ہوں
یوں پیٹھ میں خنجر تو اتارا نہیں جاتا

کھو جاتے ہیں رستوں میں بزرگوں سے سنا ہے
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں جاتا

زخموں کی مہک آتی ہے پھولوں کے بدن سے
اب کوئی بھی گلشن میں دوبارہ نہیں جاتا

جو میری عبادت کا دعاؤں کا ثمر ہے
اس شخص کو تقدیر سے ہارا نہیں جاتا

○

ایک چپ کی صدا سمجھتے ہو
پتھروں کا کہا سمجھتے ہو

قید تنہائی کاٹنی ہے مجھے
وقت کا فیصلہ سمجھتے ہو

خون کی گردشوں میں شامل ہو
خود کو مجھ سے جدا سمجھتے ہو

دسترس میں نہیں تمہارے جو
بس اسی کو خدا سمجھتے ہو

زندہ درگور ہے محبت میں
تم جسے بے وفا سمجھتے ہو

سوچ تک کے کتر دیئے ہیں پر
رشتے ناتوں کو کیا سمجھتے ہو

میرے خوابوں کو قتل کر ڈالا
رت جگوں کی سزا سمجھتے ہو

آخری سانس تک کرو گے ادا
پیار کا خوں بہا سمجھتے ہو

عشق آب حیات ہے اور تم
عشق کو لا دوا سمجھتے ہو

درد کی موت ہو گئی ہے ثبینؔ
ضبط کی انتہا سمجھتے ہو

○

مجھے سپنے دِکھا کر لے گیا ہے
وہ میرا دِل چرا کر لے گیا ہے

نگینہ جان کر آنکھوں کو میری
انگوٹھی میں سجا کر لے گیا ہے

وہ پو پھٹتے ہی خوابوں سے نکل کر
مجھے دلہن بنا کر لے گیا ہے

مجھے تنہائیاں بخشی تھیں جس نے
اکیلا مجھ کو پا کر لے گیا ہے

وہ آنکھوں میں بسا کر سارے منظر
چراغوں کو بجھا کر لے گیا ہے

○

محبت بے بسی ہی بے بسی ہے
تمنا ٹوٹ کر بکھری پڑی ہے

ہر اِک موجِ رواں ہے ساتھ میرے
سمندر ہوں، مگر تشنہ لبی ہے

تمہاری یاد ہے میرا سہارا
جو میرے ساتھ شب بھر جاگتی ہے

اُسے کہہ دو کہ میری زندگی میں
بہت کچھ ہے فقط اُس کی کمی ہے

مرا ہونے کا دعویدار ہے جو
مری ہر چیز اُس کی ہو چکی ہے

○

ربط صحرا کا ندی سے جوڑ دینا چاہئے
اب کہانی کو نیا اِک موڑ دینا چاہئے

لے کے جو سوہنی چلی تھی پار کرنے کو چناب
اب تو اُس کچے گھڑے کو توڑ دینا چاہئے

کیفیت کا میری اندازہ لگانے کے لئے
اِک پرندہ کاٹ کے پر چھوڑ دینا چاہئے

جو یقین و بے یقینی میں سدا الجھا رہے
کچا دھاگہ اِس طرح کا توڑ دینا چاہئے

○

بس ایک بار سرِ راہ وہ ملا تھا شبینؔ
پھر اس کے بعد مری زندگی سفر میں رہی

O

کوئی تکیہ نہ بچھونا ہوگا
ہمیں مٹی پہ ہی سونا ہوگا

جس کا پھل کھائیں گے بچّے میرے
بیج ایسا مجھے بونا ہوگا

جس جگہ بیٹھ کے ہنستے تھے کبھی
اب وہیں بیٹھ کے رونا ہوگا

مرگِ اُلفت کا یہ لاشہ مجھ کو
عمر بھر کیا یونہی ڈھونا ہوگا

آزمانے کے لئے اُس کو شبینؔ
دُور اُس سے مجھے ہونا ہوگا

○

آتشِ شوق کو بجھا دیجے
جو ہوا سو ہوا، بھلا دیجے

مجھ کو میری خطا بتا دیجے
پھر جو چاہیں مجھے سزا دیجے

گھپ اندھیرا ہے دل کے آنگن میں
پھر دیئے یاد کے جلا دیجے

وحشتوں کے دیار میں مجھ کو
خود فریبی کوئی سکھا دیجے

میں تو اب خود سے مل نہیں پاتی
مجھ کو میرا پتہ بتا دیجے

اک جنم اور چاہیے مجھ کو
ہو سکے تو مجھے دعا دیجے

میں غموں سے کبھی نہیں ڈرتی
ایک کے بعد دوسرا دیجے

دوریاں وقت کی ضرورت ہیں
بدگمانی کو مت ہوا دیجے

دیس میں پتھروں کے مجھ کو ثمینؔ
سانس لینے کا گُر بتا دیجے

○

خواب جیسا خیال جیسا ہے
ہجر اُس کا وصال جیسا ہے

سارے انداز ہو بہو میرے
حال بھی میرے حال جیسا ہے

درد بستا ہے اُس کے لہجے میں
اور تبسم ملال جیسا ہے

اُس کا اندازِ گفتگو شاید
دل کے شیشے میں بال جیسا ہے

وہ نبھاتا رہا وفا سب سے
آدمی وہ مثال جیسا ہے

کیسے بوجھو گے تم سوالوں میں
وہ تو خود اک سوال جیسا ہے

کاش وہ دو گھڑی کو مل جائے
میرے دل میں اُبال جیسا ہے

کر دیا مجھ کو قید رشتوں میں
وقت ریشم کے جال جیسا ہے

جنگ میں زندگی کی، اُس کا وجود
مجھ کو تو ایک ڈھال جیسا ہے

ہجر کی وحشتوں میں مجھ کو شبینؔ
ایک لمحہ بھی سال جیسا ہے

○

محبت تو فقط کارِ زیاں ہے
یقیں جس کا نہیں ایسا گماں ہے

دلیلیں اُس کے حق میں دے رہا ہے
مگر دل اب بھی اُس سے بدگماں ہے

خموشی اب نہیں ٹوٹے گی میری
یہ اِک چپ ہی تو میری ترجماں ہے

مرے حق میں جو کل دے گا گواہی
بظاہر شہر بھر میں بے زباں ہے

دعائیں جاری و ساری ہیں لب پر
قیامت خیز رخصت کا سماں ہے

بہت نزدیک ہے شاید جدائی
وہ مجھ پہ بے سبب ہی مہرباں ہے

گماں سا ہو رہا ہے میرے دل کو
کوئی تو ہے جو اپنے درمیاں ہے

جنم اِک اور لوں گی اُس کی خاطر
بغیر اُس کے یہ جیون رائیگاں ہے

○

جاں سے جانے کی ضد نہیں کرتے
اُس کو پانے کی ضد نہیں کرتے

توڑ کر گل کو، شاخ سے، اُس کی
پھر لگانے کی ضد نہیں کرتے

باندھ کر تتلیوں کے سارے پر
پھر اُڑانے کی ضد نہیں کرتے

سیلا، سیلا ہے آنسوؤں سے ابھی
دل جلانے کی ضد نہیں کرتے

دھوکہ اپنوں کو دے، کبھی اُس کو
آزمانے کی ضد نہیں کرتے

جو اُٹھائے نہ در سے اٹھتے تھے
اب وہ آنے کی ضد نہیں کرتے

اپنی ہی قبر پر کھڑے ہو کر
مسکرانے کی ضد نہیں کرتے

○

کٹھن ہے بہت یہ سفر جانتا ہے
مگر ناسمجھ دل یہ کب مانتا ہے

جو تنہائی میں جان کہتا تھا مجھ کو
وہ کب مجھ کو محفل میں پہچانتا ہے

گریزاں تھا کل جو ملاقات سے بھی
گلی کی مری، خاک کیوں چھانتا ہے

دل وجان جس پر نچھاور کیے ہیں
مجھے اپنا دشمن وہ گردانتا ہے

مجھے جان کہہ کر بلاتا ہے پھر کیوں
مری بات کا وہ برا مانتا ہے

○

عجب اک بے کلی سی ہو رہی ہے
مری ہر چیز شاید کھو رہی ہے

میں ہنستی ہوں تو یوں لگتا ہے مجھ کو
مرے اندر کی لڑکی رو رہی ہے

نہیں وہ بے وفا پھر میرے دل میں
تو یہ تشویش سی کیوں ہو رہی ہے

بہت دُوری ہے لیکن آج بھی وہ
تمہارے بازوؤں میں سو رہی ہے

مرا ہر اک قدم ہے تیری جانب
یہ دُنیا لاکھ کانٹے بو رہی ہے

○

عمر بھر جاگتے رہنے کی سزا پائی ہے
جانے کس موڑ پر یہ زندگی لے آئی ہے

اب تو مہتاب بھی جچتا نہیں اِن آنکھوں میں
جب سے تصویر تری دل میں اُتر آئی ہے

کیا ملا مجھ کو مری جان اکیلا کر کے
میرے جیون میں تو پہلے بڑی تنہائی ہے

اس لیے بھی میں ترے ساتھ نہیں چل سکتی
پیار کی راہ میں ہر موڑ پہ رسوائی ہے

جو نہ سہہ پاتا تھا پل بھر کی جدائی میری
اُس نے اب مجھ سے نہ ملنے کی قسم کھائی ہے

وہ تو اب بات بھی کرنے کا روا دار نہیں
جانے کس جرم کی یہ میں نے سزا پائی ہے

○

اپنی خواہش کو دربدر کر کے
دکھ سہے خود پہ جبر کر کر کے

ہم نہ کہتے تھے ٹوٹ جاؤ گے
پیار کی راہ میں سفر کر کے

عمر بھر مجھ پہ حکمرانی کی
ایک چاہت بھری نظر کر کے

بن کے ساون سدا برستا رہا
میری آنکھوں کو اپنا گھر کر کے

کوئی بھی محوِ انتظار نہ تھا
جب وہ پہنچا کڑا سفر کر کے

میرا ربّ معجزے دکھاتا ہے
وہ اگر دیکھتا نظر کر کے

دیکھنے سے ترس گئی تم کو
کیا ملا مجھ کو بے بصر کر کے

○

بھولنا چاہو بھی مجھ کو تو بھلا پاؤ گے؟
سوچ لو بارِ غمِ زیست اُٹھا پاؤ گے

ایک دریا سے نہ ہو پائی تسلی تم کو
گندے جوہڑ سے بھلا پیاس بجھا پاؤ گے

کس کی خاطر مجھے برباد کیا تھا تم نے
کیا سبب اِس کا زمانے کو بتا پاؤ گے

میری تصویر تو کمرے سے ہٹا دی تم نے
اپنی آنکھوں سے مرا عکس مٹا پاؤ گے

قصہ گوئی کا تمہیں زعم بہت ہے لیکن
داستانِ غم ہستی بھی سنا پاؤ گے

○

پاس رہ کر جو میرے پاس نہ ہو
دل بھلا کس لیے اُداس نہ ہو

جو ترے ذکر سے نہ بجھ پائے
میرے ہونٹوں پہ ایسی پیاس نہ ہو

اپنے زخموں کو جو نہ ڈھانپ سکے
کوئی اتنا بھی بے لباس نہ ہو

گر ترا عشق وہم تھا میرا
تیری نفرت بھی بے قیاس نہ ہو

کیا کرے گی وہاں مسیحائی
جس کو جینے کی کوئی آس نہ ہو

○

برف کی سل ہے یا الاؤ ہے
دِل کو اُس سے مگر لگاؤ ہے

ٹوٹ کر ہم اگر نہیں بکھرے
یہ انا ہے کہ رکھ رکھاؤ ہے

اُس کی آنکھیں بتا رہی ہیں مجھے
اُس کے دِل کا کہیں جھکاؤ ہے

تم سا معشوق گر نہیں کوئی
ہم سا عاشق کوئی دکھاؤ ہے؟

دشتِ وحشت میں آج پھر دل کے
بس اُسی شوخ کا پڑاؤ ہے

اُس کے طوفانی پیار کا پھر سے
اِک ندی کی طرف بہاؤ ہے

میرے حرفوں سے خون رستا ہے
میرے اندر بھی ایک گھاؤ ہے

دل کی نبضیں بھی ڈوبنے کو ہیں
پیار کا اپنے چل چلاؤ ہے

○

اسیر اب بھی ہوں اُس کی اُسے بتا دینا
قفس میں رہنے کا کچھ مجھ کو حوصلہ دینا

اگر جدائی پہ وہ مضطرب نظر آئے
تو ایک بار اُسے آئینہ دکھا دینا

کبھی جو حال مرا تم سے پوچھ لے کوئی
ذرا سی خاک اٹھا کر اسے اڑا دینا

کوئی نشانی مری مضطرب کرے جو تمہیں
تو میرے آخری خط کو بھی تم جلا دینا

ہمارا نام ہتھیلی پہ تم نہیں لکھنا
نہ اپنے آپ کو اب کوئی بھی سزا دینا

خدا کرے کہ محبت نہ ہو کبھی اُس کو
مری طرف سے اُسے آخری دُعا دینا

○

میں مگن تھی اُس کے خیال میں مرے پاس سے وہ گزر گیا
ملیں اِس طرح مجھے منزلیں کہ مرا تو عزمِ سفر گیا

نہ حنا لگی مرے ہاتھ میں نہ کلی سجی کوئی زلف میں
یہ گماں ہے سارے جہان کو مرا حسن اور نکھر گیا

کہوں کس کے عشق میں ڈوب کر کہاں اپنا آپ گنوا دیا
وہ سمندروں کا گہر تھا اور کہیں ساحلوں پہ ٹھہر گیا

میں تلاشِ ذات میں دربدر کبھی اس نگر کبھی اُس نگر
یہ وجود میرا چٹان تھا کہیں ریت بن کے بکھر گیا

سرِ شام مجھ سے ملا تھا وہ بڑی وحشتوں میں اٹا ہوا
وہ جو قربِ عشق تھا ساتھ ہی کہیں راستے میں بکھر گیا

ہیں عجیب دن مرے روبرو ہے عجیب سی کوئی گفتگو
مرے خال و خد بھی سنور گئے مرا آئینہ بھی سنور گیا

یہ جہان ہے ابھی بے خبر مرا مسئلہ ہے جدا ثبینؔ
جو مری نظر سے اُتر گیا وہ مری نظر سے اُتر گیا

O

بارشوں کا موسم ہے ہو سکے تو آ جاؤ
درد تھوڑا مدھم ہے ہو سکے تو آ جاؤ

ہجر کے سمندر میں بہہ چلا ہے دل میرا
درد میرا پیہم ہے ہو سکے تو آ جاؤ

سنتے ہیں کوئی موسم مستقل نہیں رہتا
آنکھ کب سے پرنم ہے ہو سکے تو آ جاؤ

چاند بھی اکیلا ہے، دل بھی تنہا تنہا ہے
مشترک ہر اک غم ہے ہو سکے تو آ جاؤ

گھاؤ میرے سینے کا بھر نہ پایا کیوں اب تک
وقت کیسا مرہم ہے ہو سکے تو آ جاؤ

چاند کا ہر اک آنسو بند کر کے سیپی میں
کہہ رہے ہو شبنم ہے ہو سکے تو آ جاؤ

بادباں کے کھلتے ہی سمت ہی بدل ڈالی
اب ہوا بھی برہم ہے ہو سکے تو آ جاؤ

○

اب نہ روکو مجھے اب بکھر جانے دو
شام ہے زندگی کی گزر جانے دو

اپنی نظروں سے کہہ دو نہ روکیں مجھے
مجھ پہ احسان ہوگا اگر جانے دو

تھی بہت معتبر چاندنی رات وہ
سحر اس کا نظر سے اتر جانے دو

تم کو کھونے کے ڈر نے نہ جینے دیا
اب جدا ہو گئے اب تو مر جانے دو

مت اٹھاؤ مرے گیسوؤں سے یہ ہاتھ
آخری بار ان کو سنور جانے دو

جس کے ملبے میں یادیں مری دفن ہیں
گھر تو گھر ہے مرا، مجھ کو گھر جانے دو

مجھ کو راس آ گئیں ہیں یہ تنہائیاں
مجھ کو ویرانیوں میں اتر جانے دو

○

یہی خیال مجھے بے قرار کرتا ہے
مجھے گنوا کے بھی وہ مجھ کو پیار کرتا ہے

وہ سامنے ہے مگر ہائے دل کی مجبوری
وصال کو بھی جدائی شمار کرتا ہے

میں دشمنوں کے ہر اک وار سے ہوں واقف کار
وہ میرا دوست ہے جو مجھ پہ وار کرتا ہے

بہت سے تیر ہیں اس کی کمان میں اب بھی
میں اب چلوں! وہ مرا انتظار کرتا ہے

یہ ہچکیاں مری تھمتی نہیں ہیں کیوں آخر
وہ یاد کیوں مجھے اب بار بار کرتا ہے

مرے وجود سے آتی ہے اب مہک اس کی
وہ ایسے پیار کا قائم حصار کرتا ہے

جو اپنے پیار کی سچائیوں کا مظہر ہے
وہ نفرتیں بھی بہت پائیدار کرتا ہے

○

کسی لمحے بھی تیرا عکس آنکھوں سے مٹا دینا
نہیں ممکن ہمارے واسطے تجھ کو بھلا دینا

دمِ آخر مری آنکھیں فقط تھیں منتظر اُس کی
وہ میرے بعد جب آئے اُسے اتنا بتا دینا

کسی دشمن کو گر کوئی سزا دینا ضروری ہو
اُسے ہو جائے اُلفت بس یہی اک بدعا دینا

تمہارا نام ساری رات کاغذ پر رقم کرنا
سحر ہوتے ہی اپنے ہاتھ سے اس کو جلا دینا

محبت سے نہیں بڑھ کر سزا کوئی زمانے میں
محبت کرنے والوں کو نہ اب کوئی سزا دینا

تمہیں دشوار ہو جن کے بنا اک سانس بھی لینا
نہ تم جھوٹی انا کے نام پر ان کو گنوا دینا

ہوس نے زر کی مردہ کر دیا جن کے ضمیروں کو
مآلِ زندگی سے یا خدا اِن کو ڈرا دینا

○

اگر رستہ بدلنا تھا ہمیں پہلے بتا دیتے
تمہیں ہمراہ زادِ راہ کے کوئی دعا دیتے

اگر ہوتی نہیں شامل تری مرضی جدائی میں
تو پھر اے بے وفا تجھ کو وفا کر کے دکھا دیتے

کرن تم کو کوئی چھو لے کہاں ہم کو گوارا ہے
ہمارے بس میں گر ہوتا تمہیں دل میں جگہ دیتے

خزانہ تیری یادوں کا مرے جینے کو کافی ہے
بھلا کیسے جیا کرتے اگر تجھ کو بھلا دیتے

مٹا دیتا مقدر جو تمہارا نام ہاتھوں سے
لبِ خنجر سے سارے نقش ہاتھوں کے مٹا دیتے

○

دل تو کیا جان ہار سکتی ہوں
ہر خوشی تجھ پہ وار سکتی ہوں

پہلے ڈرتی تھی اک پتنگے سے
ماں ہوں اب سانپ مار سکتی ہوں

باغباں کو اگر بھروسہ ہو
سارا گلشن نکھار سکتی ہوں

تیرے سائے کا آسرا لے کر
عمر اپنی گزار سکتی ہوں

ضد پہ آ جاؤں گر تو آدم کو
میں زمیں پر اتار سکتی ہوں

زیورِ علم گر میسر ہو
قوم اپنی سنوار سکتی ہوں

○

مری چھوٹی بڑی کوتاہیوں پر درگزر کر دے
نہیں تیرے لئے مشکل تو ذرّے کو گہر کر دے

وہ جس کا ساتھ دنیا کی نظر میں معتبر کر دے
مرے مالک عطا مجھ کو تو ایسا ہمسفر کر دے

نہ کر پائے کبھی انصاف جو اہلِ قلم ہو کر
ہے ملت کا بھلا اس میں تو اُس کو بے ہنر کر دے

میں تھک کر چور ہوں سچائیوں کی آگ پر چل کر
کسی پھولوں بھرے رستے کو میری رہگزر کر دے

مرے زخموں کو اکثر دیکھ کر جو کڑھتا رہتا ہے
مرے مالک اُسی کو میرے حق میں چارہ گر کر دے

مجھے حسرت نہ رہ جائے کسی انساں سے ملنے کی
خدایا کوئی پیدا اِن درندوں میں بشر کر دے

میں جلتی دھوپ میں جیون کے دو لمحے تو ستا لوں
تو میرے نام گلشن کا کوئی ایسا شجر کر دے

○

میری بربادیوں کے سائے ہیں
پھول تم نے جہاں سجائے ہیں

کب تھے مانوس اس ہنسی سے ہم
چوٹ کھائی تو مسکرائے ہیں

تیری یادوں کے تپتے صحرا میں
خونِ دل سے دیئے جلائے ہیں

رابطے کر لیے ہیں رہزن سے
راہبر جب سے آزمائے ہیں

میرا اپنا نہیں رہا کوئی
آج وہ مجھ کو یاد آئے ہیں

کل جو میرے تھے صرف دنیا میں
آج وہ لوگ ہی پرائے ہیں

سب میں بانٹیں گے آج ہم وہ شبینؔ
درد جو آج تک چھپائے ہیں

○

مجھ کو بھی اس جہان میں بھجوا دیا گیا
عیسیٰؑ جہاں صلیب پہ لٹکا دیا گیا

اس پتھروں کے دور میں جس نے بھی کی وفا
دیوارِ سنگ میں اسے چنوا دیا گیا

مجرم کی سمت جو بھی اٹھایا گیا کبھی
اس ہاتھ کو وجود سے کٹوا دیا گیا

میری متاعِ فکر تھی جو ڈائری کبھی
ردی کے ساتھ ہی اسے جلوا دیا گیا

مزدور تھا جہیز نہ بیٹی کو دے سکا
دلہن کو اس قصور پہ مروا دیا گیا

اٹکا ہوا ہے دل مرا شاید یہیں کہیں
یہ کہہ کے میری زلف کو کھلوا دیا گیا

○

جو ساری عمر علامت رہا محبت کی
وہ کر رہا ہے مگر گفتگو بغاوت کی

خود اپنے گھر کو گرانے لگے مکیں اس کے
عجیب رسم چلی ہے یہاں عداوت کی

میں جس کی ایک جھلک کے لئے ترستی تھی
وہ میرے خواب میں آیا' بڑی سخاوت کی

زمانے بھر کے غموں سے نجات دی مجھ کو
ترے خیال نے مجھ پر بڑی عنایت کی

وفا شعاری مرے خون میں بسی ہے شبینؔ
زمانہ دے گا گواہی مری شرافت کی

○

کسی بھی وقت یہ احساس کم نہیں ہوتا
کیوں اپنے غم پہ مجھے کوئی غم نہیں ہوتا

نہ جانے کونسی منزل ہے یہ محبت کی
کہ اس کی یاد میں دامن بھی نم نہیں ہوتا

کتابِ عشق کے مضمون پڑھ لیے جب سے
جواب کوئی بھی مجھ سے رقم نہیں ہوتا

یہ بھیک دیتے ہیں اپنی نمائشوں کے لئے
خدا کے نام پہ ورنہ کرم نہیں ہوتا

بتوں کو اس نے حرم میں یہ کہہ کے توڑ دیا
یہاں پہ کوئی کسی کا صنم نہیں ہوتا

بسا ہوا ہے کسی کا خیال مجھ میں شبینؔ
یہ اور بات سپردِ قلم نہیں ہوتا

○

لہو کے ساتھ جو خوشبو سفر میں رہتی ہے
وہی ہمیشہ ہماری نظر میں رہتی ہے

تمام رات بھٹکتا ہے وہ خیالوں میں
اور اس کی چاپ مرے بام و در میں رہتی ہے

بٹا ہوا سا وہ رہتا ہے راستوں میں مگر
نگاہ اس کی مری رہگزر میں رہتی ہے

بہت عجیب ہے یہ مامتا کی مجبوری
کہ مر بھی جائے تو بچوں کے گھر میں رہتی ہے

کسی بھی شکل میں ہم کو ملی نہ رشتوں میں
وفا نہ جانے کہاں، کس نگر میں رہتی ہے

کبھی نہ ترکِ وفا کا گلہ کیا اُس سے
پر ایک پھانس جو قلب و جگر میں رہتی ہے

بچھڑ گئی ہے وہ خود سے جہاں کے میلے میں
شبینؔ اس لیے تنہا سفر میں رہتی ہے

○

اتنے حسین لمحے بتانے کے بعد بھی
دُکھ کے وہی ہیں رنگ زمانے کے بعد بھی

انمول اس قدر تھے کہ بن مول بک گئے
پائے نہ دام خود کو گھٹانے کے بعد بھی

ہائے تنک مزاجیٔ یاراں نہ پوچھئے
روٹھے رہے وہ مجھ کو منانے کے بعد بھی

اپنی سیاہ بختی کی قائل میں ہو گئی
پایا نہ اس کو خود کو گنوانے کے بعد بھی

مجھ کو کہا تھا کل کسی انجم شناس نے
روئے گا تم کو کوئی رلانے کے بعد بھی

سب عہد بھولنے کے مجھے بھولنے پڑے
وہ یاد آ رہا ہے بھلانے کے بعد بھی

کتنا بدل دیا ہے اسے وقت نے شبینؔ
آیا نہ آج میرے بلانے کے بعد بھی

○

حشر دل میں اٹھائے رکھتے ہیں
درد اپنا چھپائے رکھتے ہیں

عکس رہتا ہے جس کا آنکھوں میں
اُس کو دل میں بسائے رکھتے ہیں

دل بھی سوغات سے نہیں ہے کم
اس کی خاطر بچائے رکھتے ہیں

ایک مدت سے اس کی راہوں میں
اپنی آنکھیں بچھائے رکھتے ہیں

رات ہوتے ہی لوٹ آئے گا
شام سے گھر سجائے رکھتے ہیں

جو ہمارا نہیں شبینؔ اس کو
دل کی دنیا بنائے رکھتے ہیں

○

وہ میرا وہم تھا کوئی میر اگمان تھا
گھر میں سمجھ رہی تھی جسے وہ مکان تھا

میری جدائی نے اسے دیوانہ کر دیا
میں ساتھ تھی تو اس پہ جہاں مہربان تھا

تنہا کھڑی ہوں آج میں کتنے ہجوم میں
وہ شخص میرے واسطے جیسے جہان تھا

میرے لیے فلک سے اترنا پڑا اسے
ہر چند میں زمین تھی وہ آسمان تھا

محو کلام آج وہ مجھ سے رہا ضرور
کوئی تو گفتگو میں مگر درمیان تھا

وہ حق میں میرے لاکھ برا تھا مگر شبینؔ
بچّوں کے واسطے مرے اک سائبان تھا

○

زہرِ ہجراں پیا نہیں جاتا
بن تمہارے جیا نہیں جاتا

جس سے الفت ہو وہ دغا بھی کرے
اُس کو رسوا کیا نہیں جاتا

جن سے ہوتا ہے پیار کا رشتہ
اُن سے شکوہ کیا نہیں جاتا

ذکر ہوتا ہے سب کا محفل میں
نام میرا لیا نہیں جاتا

یوں بھی ہوتا ہے عاشقی میں شبینؔ
چاکِ داماں سیا نہیں جاتا

○

من میں میرے ڈول رہا ہے
دھیرے دھیرے بول رہا ہے

اڑنے کو لفظوں کا پنچھی
کاغذ پر، پر تول رہا ہے

جھوٹ نگر میں دیکھو اکثر
سچائی کا ڈھول رہا ہے

زہرِ محبت میری رگوں میں
پیار سے کوئی گھول رہا ہے

کھوٹا سکّہ میرے دل کا
دنیا میں انمول رہا ہے

کہیں کہیں پر رام کتھا میں
تھوڑا تھوڑا جھول رہا ہے

بدلا بدلا اس کا لہجہ
میری آنکھیں کھول رہا ہے

○

خود کو اب کس طرح بھلا دے کوئی
یہ ہمیں بھی ذرا بتا دے کوئی

میرے چہرے پہ جھوٹ ہی کی سہی
مسکراہٹ ذرا سجا دے کوئی

مجھ میں اڑنے کی اب نہیں طاقت
میرے پنجرے کو پر لگا دے کوئی

نام سن کر بھی وہ نہیں چونکا
اس طرح سے تو مت سزا دے کوئی

ہے فضا میں غضب کی خاموشی
کاش طوفان سا اُٹھا دے کوئی

خاک کر دے نہ دل کو چنگاری
اُس کی یادوں کی اب ہوا دے کوئی

وہ سمجھتا ہے خوش ہے میرے بغیر
آئینہ ہی اُسے دکھا دے کوئی

حبس ہی حبس ہے شبینؔ یہاں
سانس لینے کا گر بتا دے کوئی

○

تو میری یاد کو دل میں ذرا سنبھال کے رکھ
یہ آئینہ ہے مرا اس کو دیکھ بھال کے رکھ

کہیں میں ٹوٹ نہ جاؤں خود اپنے ہاتھوں سے
خدا کے واسطے مجھ کو ذرا سنبھال کے رکھ

میں تیرے ہجر کے جنگل میں کھو گئی ہوں کہیں
وصال کو ابھی کچھ دیر اور ٹال کے رکھ

جدائیوں سے چلو بعد میں نمٹ لیں گے
تو اپنی ذات سے پہلے مجھے نکال کے رکھ

اندھیری عشق کی گلیاں تجھے نگل لیں گی
سو اس زمین پہ پاؤں بھی دیکھ بھال کے رکھ

ہیں سطح آب پہ طوفان منتظر میرے
سمندروں کی تہوں سے مجھے اچھال کے رکھ

○

میرے خیال کو کوئی ایسا کمال دے
اہلِ کمال کو بھی جو مشکل میں ڈال دے

کب تک امید و یاس کا کاسہ بنی رہوں
کوئی تو میرے نام کا سکہ اُچھال دے

مجھ میں ہی رہ کے کرتا ہے مجھ سے بغاوتیں
سینے سے اے خدا مرے دل کو نکال دے

خود اپنے واسطے میں بناؤں گی راستے
سوچوں میں حوصلے کی مجھے اک کدال دے

دو چار سال پل میں گزر جائیں گے شبینؔ
یہ وقت حشر اے خدا جلدی سے ٹال دے

○

یہ ہم اہلِ قلم کا عشق میں دستور ہوتا ہے
غزل میں یار کا چہرہ کہیں مستور ہوتا ہے

تخیل میں بلندی پر بہت جس کی اڑانیں ہیں
قفس میں دو قدم چلنے سے وہ مجبور ہوتا ہے

رہیں صدیوں کی دوری پر کبھی وہ مل ہی جاتے ہیں
مرے ربّ کو ملن جن کا اگر منظور ہوتا ہے

سسکتے ہیں در و دیوار، آنگن بین کرتے ہیں
مکیں خود گھر کی بنیادوں کا جب ناسور ہوتا ہے

ثبینؔ اُس کو میں اپنے روبرو محسوس کرتی ہوں
بظاہر وہ مری آنکھوں سے کوسوں دور رہتا ہے

○

جنگلوں میں آب و دانہ چاہیے
اب ہمیں بن کو بسانا چاہیے

مجھ کو ملتا ہے حوادث میں سکوں
اب تو صحرا میں ٹھکانہ چاہئے

ایک کونا جس کا میرے نام ہو
مجھ کو ایسا آشیانہ چاہئے

خود سے ملنے کو بہت بے چین ہوں
آج اس سے ملنے جانا چاہئے

زخم میرے مندمل ہونے لگے
نشترِ غم آزمانا چاہئے

اپنا بچپن ڈھونڈنے کے واسطے
اس پرانے گھر میں جانا چاہئے

تیر خود اپنے ہدف پر جا لگے
مجھ کو ایسا ہی نشانہ چاہئے

زندگی بھر کی محبت کے لئے
اک نگاہِ دلبرانہ چاہئے

جاننے کے واسطے مجھ کو شبینؔ
اس کو اب بھی اک زمانہ چاہیے

○

اب اُمیدِ بہار مت کرنا
تم خزاں میں سنگھار مت کرنا

جا رہی ہوں تلاش میں اپنی
''اب مرا انتظار مت کرنا''

عشق کا زہر ہے رواں مجھ میں
مجھ کو زندہ شمار مت کرنا

جانچنے کے لئے نشانے کو
تم پرندے شکار مت کرنا

اُس کو رخصت خوشی خوشی کر دو
آنکھ کو اشکبار مت کرنا

تم کو دیرینہ دوستی کی قسم
مجھ پہ چپکے سے وار مت کرنا

لاج رکھنا شبینؔ چاہت کی
درد کو آشکار مت کرنا

○

بات کچھ ایسی کر گیا اک شخص
میرے دل میں اُتر گیا اک شخص

میری چاہت کا ورد کرتا ہوا
آگ پر سے گزر گیا اک شخص

دیکھ کر راستوں کی دشواری
راستے میں ٹھہر گیا اک شخص

مانتا تھا جو زندگی مجھ کو
زندگی سے مکر گیا اک شخص

ڈوب کر اشک کے سمندر میں
یوں ہوا خود ہی مر گیا اِک شخص

اِک اور جنم

جدّت وروایت کے آئینے میں

دنیائے ادب میں ''دبستانِ کراچی'' ایک ایسا مسلمہ ''دبستان'' ہے جس کی عظمت و رفعت پر کسی کو کلام نہیں دہلی اور لکھنؤ کے بعد ''سرزمینِ کراچی'' کو اہلِ ادب نے دبستان تسلیم کیا۔ اِس میں شک وشبہ بھی نہیں کہ اِس عظیم دھرتی پر ایسی ایسی نابغۂ روزگار شخصیات کا ورود وظہور ہوا ہے جن کے کارہائے نمایاں آسمانِ ادب پر آفتاب مثال ہیں۔ جہاں اِن اہلِ کمال کا تعلق مرد ہونے کے ناطے سے دنیائے ادب میں روشن ہے وہیں ''نسائی ادب'' میں بھی کراچی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہاں بہت سی شاعرات نے اپنی ریاضتِ سخن اور خداداد صلاحیتوں سے اپنا نام پیدا کیا ہے۔

اس نسائی شعر و ادب کی صف میں دیگر خواتین کے ہمراہ ایک نیا نام کراچی کے ایک ادبی مجلّے ''دنیائے ادب'' کی وساطت سے مجھ تک پہنچا اُن کی متعدد غزلیات کا مطالعہ میرے لیے باعثِ مسرت ہوا اور مجھے یقین کرنا پڑا کہ یہ کارنامہ بھی ''دبستانِ کراچی'' کی اپنی شناخت کے حوالے سے پہلے سے موجود اس سرزمین کی علمی و ادبی پہچان سے منسلک ہے۔ ظاہر ہے جہاں شعر وادب اوڑھنا بچھونا رواج پایا ہو' جہاں عالمی شہرت یافتہ شخصیات سکونت پذیر ہوں' جہاں متعدد عالمی سطح کے مشاعرے منعقد ہوتے ہوں' جو کتب' رسائل و جرائد کا گڑھ ہو اس ماحول میں نوجوان نسل کیسے متاثر ہوئے بغیر رہ سکتی ہے۔ مردوں کے ساتھ ساتھ یہاں کی خواتین نے بھی اپنی اپنی توفیقات کے مطابق شعر وادب میں دلچسپی لی ہے۔ نوجوان نسل کی بہت سی شاعرات کے کلام کا اِس سے پیشتر میں مطالعہ کر

چکا ہوں۔ بلاشبہ وہ اچھا کلام لکھ رہی ہیں اِسی طرح محترمہ ثبینؔ صاحبہ کے متفرق کلام کو میں نے ''دنیائے ادب'' میں پڑھا اور دل نے مانا کہ یہ ہونہار شاعرہ یقیناً روشن امکانات رکھتی ہے۔

دل تو کیا جان ہار سکتی ہوں ہر خوشی تجھ پہ وار سکتی ہوں
پہلے ڈرتی تھی اِک پتنگے سے ماں ہوں اب سانپ مار سکتی ہوں

خوشگوار حیرت بھی ہوئی اور شادمانی بھی، واقعی ثبین جیسی باصلاحیت شاعرہ خواتین کی صف میں ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ اُن کی شاعری اگرچہ روایتی محبت ہی کا منظرنامہ تشکیل دیتی ہے مگر انہوں نے محبت کے اِس مضمون کو انتہائی سلیقے اور قرینے سے بیان کر کے اپنی درون بینی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔

ثبین اپنا سمجھنے سے کوئی اپنا نہیں ہوتا
بھروسہ بھی ضروری ہے مگر سب کا نہیں کرتے

.....

آیتِ عشق کا وظیفہ کر دل کی دھڑکن بحال ہو شاید

.....

میرے حرفوں سے خون رِستا ہے میرے اندر بھی ایک گھاؤ ہے

.....

نسائی جذبات بھی ہوتے ہیں اُن کا اظہار بھی ہوتا ہے اور اِس اظہار میں کمال بھی ہوتا ہے۔ یہ وہ پہلا تاثر ہے جو میں نے ثبینؔ کی شاعری کے مطالعے سے محسوس کیا اور مجھے یقین ہونے لگا کہ شاعری صرف مرد کی میراث نہیں اور فارسی کا یہ مقولہ

''گفتگو باز ناں'' (یا) ''با در بارۂ زناں'' محض ایک رویّہ ہے، ادب کی اساس نہیں ہے ایسا اکثر اوقات اُس وقت ہوتا ہے جب کسی اچھی شاعرہ کا کلام پڑھنے کو مل جائے۔ میرا پہلا اندازہ یہ تھا کہ ثبینؔ ایک خوش کلام شاعرہ ہے جس کے ہاں تازہ کاری کے امکانات ملتے ہیں اور وہ نسائی شاعری جیسے دقیق شعبے سے متعلق ہے۔ بس اِس سے آگے کچھ نہیں اِس

لئے کہ سوچ کی مسافت معروف (Text) کی محتاج ہوتی ہے۔ جب تک شاعر کا بہت سا کلام سامنے نہ آئے تو حتمی تاثر بھی تکمیل نہیں پا سکتا۔ اِسے میں زندگی کا عجیب پہلو ہی کہوں گا کہ صرف ایک دو غزلیات سے کسی شاعرہ کی مکمل شاعری کا بعض اصحابِ نقد و نظر اندازہ کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔ میں پہلے بھی سمجھتا تھا کہ کسی بھی شاعر یا شاعرہ کے فن کی بلندیوں کو جانچنے کے لیے اُس کا ڈھیر سارا کلام میسر ہونا ضروری ہے تا کہ سمجھنے اور پرکھنے میں تشنگی کا شائبہ باقی نہ رہے۔

محترمہ ثبینؔ صاحبہ کی شاعری میں اُن کے طبعی میلانات اور رجحانات میں ایک خدائی عطیے کے طور پر شعری اُپج اور توانائی پڑاؤ ڈالے ہوئے نظر آئی مجھے یقین ہو چکا کہ یہ توانائی آگے چل کر اُن کی شہرت کو بامِ عروج پر لے جائے گی اور وہ دن دُور نہیں جب وہ ''نسائی شاعری'' کی دنیا میں اپنا منفرد مقام بنالیں گی۔ یہ وہ ''نسائی ادب'' ہے جس کی نسبت پروینؔ شاکر سے لی جاتی ہے۔ ثبینؔ کی شاعری کے مضامین کی ندرت اور تازہ کاری اُس شاعرہ کے کلام سے وابستہ دکھائی دیتی ہے لیکن جب بغور ثبینؔ کی شاعری کا جائزہ لیتے ہیں تو وہ دوسروں سے قطعی منفرد اور مختلف نظر آتی ہے۔ یہی اُن کے اسلوب کی ندرت ہے اور وہ مضامین اور موضوعاتِ شاعری کو بیان کرتے ہوئے انتہائی سلاست' لطافت اور حسیاتی اضطراب کی پوزیشن میں ہوتی ہیں لیکن جب وہ غزل کے مطلع سے مقطع تک کا سفر کر رہی ہوتی ہیں تو اُن کی غزل مروّجہ فارمولے سے مختلف ہوتی ہے۔ یہ نکھرا نکھرا اندازِ سُخن دراصل دردِ محبت اور انسان کے فانی ہونے کی بے بسی کا شاعرانہ ردِّ عمل ہے جس میں ثبینؔ کی مہارت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے جذبوں کے اظہار میں نہ صرف نسائیت کی خُوبُو بدرجہ اتم رکھتی ہیں بلکہ اظہار و بیان کی شدت میں بھی کمال رکھتی ہیں۔

میں ہنستی ہوں تو یوں لگتا ہے مجھ کو　　مرے اندر کی لڑکی رو رہی ہے

.....

میں غموں سے کبھی نہیں ڈرتی　　ایک کے بعد دوسرا دیجے

.....

لمحۂ موجود میں جب کہ اظہار و ابلاغ میں نظم، غزل اور دیگر اصنافِ شاعری کے ذریعے شعرائے کرام کی بڑی تعداد مصروفِ عمل ہے۔ اِس فیلڈ میں کچھ ایسے شعراء بھی در آئے ہیں جو صرف تُک بندی تک ہی محدود ہیں جنہیں بحور، قافیہ اور ردیف کا شاعر تو بجا طور پر کہا جا سکتا ہے مگر وہ پامال خیالات اور پہلے سے موجود مضامین کو نیا رنگ دے کر شاعری کرتے ہیں، ثبینؔ کے ہاں یہ تازہ کاری کی روایت اِس روش سے دُور تو نہیں مگر اُنہوں نے تازہ کاری کو رہِ جدّت کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ اِس طرح وہ غزل کے سکوپ کو وسیع کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ غزل کے ٹھہراؤ میں جنبش لا رہی ہیں نئے اور پُرانے مضامین کی موجودگی دراصل ثبینؔ کی اپنے معاشرے کی قدروں سے منسلک سہی مگر صدقِ دل سے تسلیم کرنے کا رویّہ بھی اُن کے ہاں ضرور پایا جاتا ہے۔ تاہم اِس سے بغاوت کا انداز بھی ہمیں جا بجا ملتا ہے۔ جب سارا معاشرہ ہی کذب بیانی پر اُتر آئے، جب گھڑیاں عذاب ہو جائیں، پل جہنم بن جائیں تو شاعر تخیل کی کُٹیا میں بیٹھ کر وہی کرتا ہے جس سے وہ سمجھتا ہے کہ معاشرے کے اِن افراد کو توقع ہے جو اُس کی طرح ہماری زندگی اور تعمیرِ معاشرہ کی جدوجہد میں شریک ہیں تاکہ معاشرے کو درکار ڈھارس اور تخلیقی زاویے مجتمع ہو کر قارئین تک رسائی حاصل کر سکیں

.....

حادثوں نے ہمیں بخشا ہے شعورِ فردا
کل جو ہونا ہے وہ ہم آج بتا دیتے ہیں

.....

نہیں ہے معتبر ہیرے کا کتبہ دل کے مدفن پر
یہ پتھر مرنے والوں کو کبھی زندہ نہیں کرتے

.....

ثبینؔ اپنے لئے لکھتی ہیں لیکن اُن کی سجل غزلیں اصل میں ہر قاری کی نظر میں کُھب جاتی ہیں جس کی بنیادی وجہ اوریجنل (Original) اور سچّے جذبوں کا اظہار ہے۔ اگر صناعی ہے تو شعر اور غزل کی ساخت میں پنہاں ہے اُن کے ہاں ردِّعمل بظاہر بے ساختہ نظر

آتا ہے لیکن اِس کے اظہار میں وہ اتنی محتاج ہیں کہ قدرت کی عطا کردہ اِس صلاحیت کو اپنے مصرعوں اور شعروں میں روٹین سے ہٹ کر لکھتی ہیں جو عہدِ حاضر میں بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ گل و بلبل کے موضوع کو اگرچہ عصرِ نو میں بھی کافی حد تک نبھایا جا رہا ہے اور کہیں کہیں روایت سے انحراف کر کے اِس پامال موضوع کو نیا رنگ دے کر شاعری کی جا رہی ہے لیکن شبینؔ کا نقطۂ نظر اِس سے قدرے مختلف ہے وہ روایت سے منسلک رہتے ہوئے عہدِ موجود میں غزل کی تازہ کاری سے اُس کی دائمی حیات کا سامان فراہم کرتی نظر آتی ہیں۔ یہ تعلق ہو یا قربانی زمانے کی بے حسی کا بیان ہو یا انسان کی ناقدری کے بارے میں اظہار!

شبینؔ پُر گو اور صداقت و خلوص کی پیکر ہیں ایک جگہ وہ خود لکھتی ہیں ''آج مجھے احساس ہوتا ہے کہ یہ میرا ''اِک اور جنم ہے'' جس میں مجھے ذمہ داری سونپی گئی ہے سمجھنے اور سمجھانے کی' قدرت مجھے وسیلے عطا کر رہی ہے۔ میرے خیالات و تفکرات کو آگے بڑھانے کے لئے تعاون کر رہی ہے۔ میں بھری محفلوں میں پہلے بھی تنہا ہوتی تھی اور آج بھی ہوں۔ میں زمان و مکان میں سفر کر رہی ہوں۔ میری طبیعت کی اضطرابیت مجھ سے کچھ کام لینا چاہتی ہے میں اپنے آپ میں مگن ہوں یہ میرا پہلا مجموعۂ کلام ہے مجھے اپنی شاعری پر یقین ہے کہ یہ سوچ و فکر میں تبدیلی کا موجب بن کر رہے گی''۔

شبینؔ کی تنہائی کا مداوا سخن فہمی کے بعد سخن شعاری ٹھہرا۔ تو یہ عنایتِ پروردگار ہی تو ہے۔ اسی لیے تو شاعری کو عطائے خداوندی گردانا گیا ہے۔ یہ اکتساب سے بے نیاز ہے اور جب یہ دل و دماغ میں جگہ بنا لے تو ہر شے سے بے نیاز کر کے فنا فی الشعر کر دیتی ہے۔ اور شبینؔ اِسی منزل و مقام پر ہیں ابھی اُن کے لئے ''ایسے امکانات مزید ہیں کہ وہ معنی یابی کے باب کو کشاد کر کے نئے نئے تجربات ہمارے سامنے لائیں۔ تاہم حالیہ مجموعہ ''اک اور جنم'' اس لحاظ سے منفرد ہے کہ وہ بین السطور شعر شعاری کو مسلسل عمل سمجھتی ہیں جو اُن سے پہلے کشورؔ ناہید نے کی' زہرہؔ نگاہ نے کی' اداؔ جعفری نے کی اور پروینؔ شاکر نے کی۔ اور اِس عہد میں بھی متعدد شاعرات نے اوّل الذکر خواتین کے شعری روّیے کو اپنانے اور اُن کی تقلید کرنے کی کوشش کی۔ میں نہیں سمجھتا کہ ماحول اور حالات کا شاعری پر اثر نہیں ہوتا۔ ہاں

کہنے کا سلیقہ ضرور بدل جاتا ہے کہ معنی بھی محفوظ رہے اور کتھارسس بھی ہو جائے۔

بس میں نے یوں ہی ترکِ تعلق کا کہا تھا
حیران ہوں یہ بات بھی وہ مان گئے ہیں

.....

انتہا ہے یہ حوصلے کی شبینؔ
بے وفاؤں سے بھی وفا کرنا

.....

شبینؔ کی شاعری میں عہدِ حاضر کی فسوں کاری کے ردّعمل میں جذب و احساس کی گمنامی ہویدا ہے۔ اِن حالات میں شبینؔ اس ثقافت کی بات کرتی ہے جو صدیوں سے اِس زمین کا حصہ رہی ہے۔ جس کو محبت کی طرح دوام حاصل ہے چاہے وہ ''ماں'' کی محبت ہو یا ایک شاعرہ کا اکیلا پن۔ ہجوم کے معنی جب ہجوم یاس ہو تو تنہائی ہی معنی ہوتا ہے۔ ادب اور آرٹ کی دنیا میں شبینؔ خود کو کیسا پاتی ہے اور دوسری دنیا کو کیسے دیکھتی ہے یہ وہ موضوع ہے جس سے شبینؔ کی شاعری کا نفسیاتی ادراک آسان ہو جاتا ہے۔ جو کچھ شاعر نہ پا سکا اور جو اُس کا حق تھا اُسے نہ مل سکا۔ شبینؔ کے ہاں اُس کا بلند بانگ اظہار موجود ہے۔ جہاں غالبؔ کی طرح ''ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے'' کے اثرات بھی دکھائی دیتے ہیں کیونکہ مسلسل تنہائی بھی اندرونی تقاضا ہے جبکہ شاعری متحرک ہو جاذبِ نظر ہو اور مائل بہ جدت ہو' نسائی جذبوں کا اظہار کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ بعض اوقات نئے پن سے مرصع جدّت آمیز اشعار کو تعصب کی عینک بے معنی قرار دے دیتی ہے۔ شبینؔ اس حوالے سے جہاں ایک محتاط شاعرہ ہے وہیں تنقید کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا حوصلہ بھی رکھتی ہے میں جینوئن شاعر اور شاعرہ بھی اُسی کو سمجھتا ہوں جس میں کم از کم اتنی استقامت ہو کہ وہ سخت ترین لمحات میں بھی شعر کے ادراک اور تخلیق کے عمل سے دُور نہ رہ سکے آخر میں اُن کے چند خوبصورت اشعار تحریر کر کے اس عہد کی ترجمان شاعرہ محترمہ شبینؔ صاحبہ کی کامیابی و کامرانی کے لئے دعا کرتے ہوئے اجازت چاہوں گا۔

شبینؔ آنے لگی باتوں سے خوشبو
کسی کا ذکر جو بے حد کیا تھا

.....

ذات کے کٹہرے میں سر جھکائے بیٹھے ہیں
کیا جواز دیں خود کو خود سے بے وفائی کا

.....

وہ سمجھتا ہے خوش ہے میرے بغیر
آئینہ ہی اُسے دکھا دے کوئی

.....

کیا ملا مجھ کو مری جان اکیلا کر کے
میرے جیون میں تو پہلے بڑی تنہائی ہے

.....

رات وہ رویا کسی کی خاطر
اُس کی آنکھوں کی نمی ہے مجھ میں

.....

اب سنبھال کر اِس کو کیوں شبینؔ رکھتی ہو
تم تو خود ہی کہتی تھیں دل مرا کھلونا ہے

خورشید بیگ میلسوی

Moon Music Stars
Cell:0303-3310786

Ghazal

Dil Lagi

Poetry Sabin Saif

آواز.....ایم اے ساحل

listen ghazal On Digital Network

Moon Music Stars
Cell:0303-3310786

MUSIC YouTube Spotify Rhapsody DEEZER amazon Google play TIDAL digital SHAZAM

Set Dil Lagi as your Caller Ring Back Tune

Mobilink Type Get <space> 427166 and send to 230

telenor Type ST 5250041726 and send to 230

ufone Type Get <space> 771225 and send it to 666.

zong Type 01454859 and send to 230

YouTube Moon Music Stars Official Cell:0303-3310786